بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 46

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

ہفت روزہ **بدر** قادیان

The Weekly **BADR** Qadian

شمارہ نمبر: 39

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک 10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

22 جمادی الاول 1418 ہجری 25 تبوک 1376 ہش 25 ستمبر 1997

اخبار احمدیہ

وینکوور (کینیڈا) ۱۹-۹-۹۷ (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں آج یہاں حضور انور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے خوشخبری سنائی کہ گیمبیا کے صدر نے اپنی کیبنٹ بلا کر جماعت کے متعلق اہم فیصلے کئے ہیں اور انکو ہر طرح کی آزادی اور تعاون کا وعدہ کرتے ہوئے مہاجرین کو قانونی طور پر ملک میں واپس آنے کی اجازت دیدی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ مباہلہ کی عظیم کامیابی کا نتیجہ ہے حضور نے اہل کینیڈا کو تعلق باللہ اور دعوت الی اللہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔

پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازی عمر مقاصد عالیہ میں کامیابی خصوصی حفاظت اور سفر و حضر میں خیر و عافیت کیلئے احباب دعائیں کرتے رہیں۔

صدق ایسی شے ہے جو انسان کو مشکل سے مشکل وقت میں بھی نجات دلا دیتی ہے

جس قدر انسان صدق کو اختیار کرتا ہے اور صدق سے محبت کرتا ہے۔ اُسی قدر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے کلام اور انبیاء کی محبت اور معرفت پیدا ہوتی ہے

(ارشادات عالیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام)

صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی جو بالکل راستبازی میں فناشدہ ہو۔ اور کمال درجہ کا پابند راستباز اور عاشق صادق ہو۔ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جب ایک شخص اس درجہ پر پہنچتا ہے۔ تو وہ ہر قسم کی صداقتوں اور راستبازیوں کا مجموعہ اور ان کو کشش کرنے والا ہو جاتا ہے۔ جس طرح پر صدیق کمالات صداقت کا جذب کرنے والا ہوتا ہے ۔۔۔ جب ایک شے بہت بڑا ذخیرا پیدا کر لیتی ہے تو اُس میں اپنی قسم کی اشیاء کو جذب کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

صدیق کے کمال کے حصول کا فلسفہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی کمزوری اور ناداری کو دیکھ کر اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق ایاک نعبد کہتا اور صدق اختیار کرتا، اور جھوٹ کو ترک کر دیتا ہے اور ہر قسم کے رجس اور پلیدی سے جو جھوٹ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے، دور بھاگتا ہے اور عہد کر لیتا ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ جھوٹی گواہی نہ دوں گا اور نہ جذبہ نفسانی کے رنگ میں کوئی جھوٹا کلام کروں گا نہ لغو طور پر، نہ کسب خیر اور نہ دفع شر کیلئے یعنی کسی رنگ اور حالت میں بھی جھوٹ کو اختیار نہیں کروں گا۔ جب اس حد تک وعدہ کرتا ہے تو گویا ایاك نعبد پر وہ ایک خاص عمل کرتا ہے۔ اور اس کا وہ عمل اعلیٰ درجہ کی عبادت ہوتی ہے۔ ایاك نعبد سے آگے ایاك نستعین ہے۔ خواہ یہ اُس کے منہ سے نکلے یا نہ نکلے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو مبدء الفیوض اور صدق اور راستی کا سرچشمہ ہے۔ اُس کو ضرور مدد دے گا اور صداقت کے اعلیٰ اصول اور حقایق اُس پر کھول دے گا۔ مثلاً جیسے کہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو تاجر اچھے اُصولوں پر چلتا ہے اور راستبازی اور دیانتداری کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ اگر وہ ایک پیسہ سے بھی تجارت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے ایک پیسہ کے بدلے لاکھوں روپے دے دیتا ہے۔

اسی طرح جب عام طور پر ایک انسان راستی اور راستبازی سے محبت کرتا ہے اور صدق کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ تو وہی راستی اس عظیم الشان صدق کو کھینچ لاتی ہے جو خدا تعالیٰ کو دکھا دیتی ہے۔ صدق مجسم قرآن شریف ہے اور پیکر صدق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات ہے اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے مامور و مرسل حق اور صدق ہوتے ہیں۔ پس جب وہ اس صدق تک پہنچ جاتا ہے۔ تب اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ اور اُسے ایک خاص بصیرت ملتی ہے جس سے معارف قرآنی اُس پر کھلنے لگتے ہیں۔ میں اس بات کے ماننے کیلئے کبھی بھی تیار نہیں ہوں کہ وہ شخص جو صدق سے محبت نہیں رکھتا اور راستبازی کو اپنا شعار نہیں بناتا۔ وہ قرآن کریم کے معارف کو سمجھ بھی سکے۔ اس لئے کہ اُس کے قلب کو اس سے مناسبت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ تو صدق کا چشمہ ہے۔ اور اس سے وہی پی سکتا ہے جس کو صدق سے محبت ہو۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ معارف قرآنی صرف اسی بات کا نام نہیں۔ کہ کبھی کسی نے کوئی نکتہ بیان کر دیا...... نہیں قرآنی حقائق و معارف کے بیان کرنے کیلئے قلب کو مناسبت اور کشش اور تعلق حق اور صدق سے ہو جاتا ہے اور پھر یہاں تک اس میں ترقی اور کمال ہوتا ہے، کہ وہ ماینطق عن الھویٰ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ جب پڑتی ہے۔ صدق پر ہی پڑتی ہے اور اُس کو ایک خاص قوت اور امتیازی طاقت دی جاتی ہے۔ جس سے وہ حق و باطل میں فی الفور امتیاز کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے دل میں ایک قوت آجاتی ہے۔ جس کی ایسی تیز حس ہوتی ہے کہ اُسے دور سے ہی باطل کی بو آجاتی ہے۔ یہی وہ سر ہے جو لا یمسه الا المطھرون میں رکھا گیا ہے۔ حقیقت میں جب تک انسان جھوٹ کو ترک نہیں کرتا۔ وہ مطہر نہیں ہو سکتا۔ نابکار دُنیادار کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹ کے بغیر گذارہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک بیہودہ گوئی ہے۔ اگر سچ سے گذارہ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر جھوٹ سے ہرگز گذارہ نہیں ہو سکتا۔ افسوس کہ یہ بدبخت لوگ خدا تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔ وہ نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بدوں گزارہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنا معبود اور مشکل کشا جھوٹ کی نجاست کو ہی سمجھتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جھوٹ کو بتوں کی نجاست کے ساتھ وابستہ کر کے بیان فرمایا ہے۔ یقیناً سمجھو، کہ ہم ایک قدم کیا ایک سانس بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں لے سکتے۔ ہمارے جسم میں کیا کیا قویٰ ہیں۔ لیکن کیا ہم اپنی طاقت سے اُن سے کام لے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

فی الحقیقت کذب کے اختیار کرنے سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے اور اندر ہی اندر اسے ایک دیمک لگ جاتی ہے۔ ایک جھوٹ کے لئے پھر اُسے بہت سے جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں۔ کیونکہ اُس جھوٹ کو سچائی کا رنگ دینا ہوتا ہے۔ اسی طرح اندر ہی اندر اُس کے اخلاقی اور روحانی قویٰ زائل ہو جاتے ہیں اور پھر اُسے یہاں تک جرأت اور دلیری ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھی افترا کر لیتا اور خدا تعالیٰ کے مرسلوں اور ماموروں کی تکذیب بھی کر دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اظلم ٹھہر جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او کذب بایاته یعنی اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا باندھے یا اُس کی آیات کی تکذیب کرے۔ یقیناً یاد رکھو، کہ جھوٹ بہت ہی بری بلا ہے۔ جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹ کا خطرناک نتیجہ اور کیا ہو گا کہ انسان خدا تعالیٰ کے مرسلوں اور اُس کی آیات کی تکذیب کر کے سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس تمہارے لئے یہ ضروری بات ہے کہ صدق اختیار کرو۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں درج ہے کہ جب وہ اپنے گھر سے طلب علم کے لئے نکلے۔ تو آپ کی والدہ صاحبہؒ نے اُن کے حصہ کی اسی اشرفیاں اُن کی بغل کے نیچے پیراہن میں سی دیں اور یہ نصیحت کی کہ بیٹا جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔ حضرت سید عبدالقادرؒ جب گھر سے رخصت ہوئے۔ تو پہلی ہی منزل میں ایک جنگل میں سے اُن کا گذر ہوا۔ جہاں چوروں اور قزاقوں کا ایک بڑا قافلہ رہتا تھا۔ جہاں اُن کو چوروں کا ایک گروہ ملا۔ انہوں نے آپ کو پکڑ کر پوچھا۔ کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ آپؒ نے دیکھا کہ یہ تو پہلی ہی منزل میں امتحان در پیش آیا۔ اپنی والدہ صاحبہ کی آخری نصیحت پر غور کی اور فوراً جواب دیا کہ میرے پاس اسی اشرفیاں ہیں۔ جو میری بغل کے نیچے میری والدہ صاحبہ نے سی دی ہیں۔ وہ چور یہ سن کر سخت حیران ہوئے کہ یہ فقیر کیا کہتا ہے۔ ایسا راستباز ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ آپ کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ اُس نے بھی جب آپ سے سوال کیا۔ تب بھی آپ نے وہی جواب دیا۔ آخر جب آپ کے پیراہن کے اُس حصہ کو پھاڑ کر دیکھا گیا تو واقعی اُس میں اسی اشرفیاں موجود تھیں۔ اُن سب کو حیرانی ہوئی۔ اس پر اُن کے سردار نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ اس پر آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کی نصیحت کا ذکر کر دیا۔

(باقی صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان : :

آزادئ ھند اور جماعت احمدیہ

(۹)

گزشتہ گفتگو میں ہم گول میز کانفرنسوں کے موقع پر جماعت احمدیہ کی وطن عزیز کیلئے گرانقدر تاریخی خدمات کا کسی قدر تذکرہ کر چکے ہیں آج کی گفتگو میں ہم بتاتے ہیں کہ مذکورہ تینوں گول میز کانفرنسوں کے بعد حکومت برطانیہ نے جو قرطاس ابیض (White paper) شائع کیا اور جس پر غور کرنے کیلئے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا ایک اجلاس منعقد ہو کر ایک مشترکہ کمیٹی کی تجویز پر عمل ہوا اس کے صدر لارڈ لنلتھگو تھے جو بعد میں وائسرائے ہند ہوئے۔ اس کمیٹی میں تین سابق وائسرائے ہند یعنی لارڈ ہارڈنگ لارڈ ریڈنگ اور لارڈ ارون شامل تھے۔ کمیٹی کے کام میں مدد کیلئے ہندوستان سے ایک وفد شامل کیا گیا۔

ان دنوں بعض شدت پسند انگریزوں نے وائٹ پیپر کے خلاف انگلستان میں ایک محاذ قائم کر رکھا تھا یہاں تک کہ مسٹر چرچل بھی ان کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ مسٹر چرچل قرطاس ابیض کی ہر تجویز اور اس سارے منصوبے کے سو فیصد مخالف تھے اور ہندوستان کی طرف سے پیش ہونے والے کسی بھی نمائندے کی کچھ پیش نہیں جانے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وزیر ہند سر تیج بہادر سپرو۔ مسٹر جیکار۔ سر ہری سنگھ اور سردار بوٹا سنگھ ورک چرچل کو یہ اطمینان دلانے میں ناکام رہے کہ ہندوستان کو نوآبادیات کے اختیارات مل جانے چاہئے بالآخر جب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی مسٹر چرچل پر جرح کی باری آئی تو چوہدری صاحب موصوف نے اُن سے کس طرح اپنی بات منوائی اور کس طرح جرح میں انہیں پچھاڑا ذیل میں حضرت چوہدری صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔

”مسٹر چرچل۔۔۔ ایک صاحب تجربہ سیاسی قائد ایک بارعب رکن پارلیمنٹ ایک بلند پایہ ادیب ایک نامور نقاد اور مؤرخ غرض ہر لحاظ سے وہ ایک قابل احترام شخصیت تھے......

میں نے اپنے سوالات اور لب و لہجہ میں ان کا پورا احترام مدنظر رکھا اور وہ بہت خوش اخلاقی سے جواب دیتے چلے گئے پہلے پہلے تو میرے سوالات کا بلا تامل جواب دیتے جوبات تسلیم کرنے کے لائق ہوتی تسلیم کرتے اور جس امر کا اعتراف کرنا پڑتا اعتراف کرتے لیکن جب انہوں نے اندازہ کیا کہ یہ تو میرے مسلمات سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ہندوستان نہ صرف آزادی کا طالب بلکہ آزادی کے لئے تیار بھی ہے تو ان کے رویہ میں تبدیلی ہوئی اور میرے سوالات کو ٹالنا شروع کیا ایک سوال کا جواب دوبارہ ٹال چکے تو میں نے عرض کیا” مسٹر چرچل مجھے یہ مشکل درپیش ہے کہ انگریزی میری مادری زبان نہیں اور میں باوجود دوبار کوشش کرنے کے اپنا مطلب آپ پر واضح نہیں کر سکا اگر آپ اجازت دیں تو میں پھر کوشش کروں“۔ چونکہ اب وہ محتاط ہو چکے تھے اس لئے مجھے اپنے سوالات کو اس طریق پر ڈھالنا تھا کہ جواب میں انہیں ٹالنے کی گنجائش نہ ہو۔ مجھے یہ بھی فائدہ تھا جیسا کہ وزیر ہند (سر تیج بہادر سپرو۔ ناقل) نے مجھے بتایا تھا مسٹر چرچل ہندوستان کی موجودہ حالت سے واقف نہ تھے میں نے جب یہ ثابت کرنے کی کوشش شروع کی کہ آزادی کے لئے جو معیار مسٹر چرچل نے خود پیش کیا ہے (یعنی ہندوستان کی موجودہ حالت اس قابل نہیں کہ اُسے آزاد کیا جائے ناقل) ہندوستان اُسے بہت حد تک پورا کرتا ہے اور اسی ادعا کے ثبوت میں واقعاتی تصویر کے نقوش کھینچنا شروع کئے خصوصاً صوبہ پنجاب کے حالات کی بناء پر جن سے وہ واقف نہیں تھے تو انہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہا۔ اگر وہ ہر سوال کے جواب میں یہ کہتے کہ مجھے اس کا علم نہیں تو دو تین بار عدم علم کا اعتراف کرنے کے بعد ان کی شہادت کا وزن بہت حد تک ہلکا ہو جاتا اور سوالات تسلیم کرتے جانے سے جو موقف ہندوستان کو مجوزہ آئینی اصلاحات دئے جانے کے خلاف انہوں نے کمیٹی کے سامنے پیش کیا تھا اُس کی بنیاد کمزور ہو رہی تھی۔ اس دن میری جرح گھنٹہ بھر ان پر جاری رہی اور ختم نہ ہوئی تھی کہ اجلاس دوسرے دن پر ملتوی ہو گیا دوسرے دن گھنٹہ بھر اور اس پر صرف ہوا جب میں نے مسٹر چرچل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جرح ختم کی مسٹر چرچل نے کمال فیاضی سے فرمایا” لارڈ چیئرمین! میں نے تو یہ محسوس نہیں کیا کہ مسٹر ظفر اللہ خان کو انگریزی ان کی مادری زبان نہ ہونے کی وجہ سے کوئی مشکل پیش آئی ہو“ جب چوتھے دن کے آخر میں مسٹر چرچل کی شہادت مکمل ہو چکی تو ساری کمیٹی نے دیر تک چیرز کے ساتھ انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ مسٹر چرچل اپنی کرسی سے اُٹھ کر میرے پاس تشریف لائے مصافحہ کیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔

(باقی صفحہ ۱۰ کالم نمبر ۱-۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

آہ! مدر ٹریسا چل بسیں اور درد جاگ اُٹھا

افسوس ۵/ ستمبر کو رات گھر میں اچانک طبیعت خراب ہونے اور دل کا دورہ پڑنے کے باعث طبّی سہولات میسر آنے سے قبل ہی ۳۰-۹ بجے غریبوں کی مسیحا عالمی شہرت کی حامل نوبل انعام یافتہ مدر ٹریسا کا ۸۷ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

آپ کی رحلت سے غریب اور دکھی انسانیت اپنی محسنہ سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئی۔ اس موقعہ پر مرکزی سرکار نے ۶/ اور ۱۳/ ستمبر کو سرکاری چھٹی کی۔ دونوں دن قومی پرچم سرنگوں رہے۔ صدر جمہوریہ نے ۶/ ستمبر کو مدر کے احترام میں تمام سرکاری مصروفیات منسوخ کر دیں۔

انتقال کے بعد مدر کی نعش سینٹ تھامس چرچ کلکتہ میں رکھی گئی جہاں لاکھوں لوگوں نے آخری دیدار کیا۔ ۱۳/ ستمبر کو نیتاجی سٹیڈیم میں جہاں ۱۲ ہزار لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ آپ کی آخری رسومات ادا کی گئیں جس میں مختلف ممالک کے سربراہان اور آپ کے بے شمار مداح شامل ہوئے۔ اجتماعی عبادت کی رسم اور آخری رسومات کو دنیا بھر کے لاکھوں لوگوں نے ٹیلی ویژن پر دیکھا۔ جب آپ کا تابوت فوجی افسر صبح ۱۰ بجے نیتاجی سٹیڈیم لائے رابندر ناتھ ٹیگور کے گیت کی دھن بجائی گئی تابوت کو فوجی افسروں نے چبوترہ پر رکھا اور سلامی دی اور صدر مملکت، وزیر اعظم، بیلجیم، جارڈن اور بلغاریہ کی مہارانیاں امریکہ کی خاتون اول لیڈی ہلیری کلنٹن اور دیگر غیر ملکی شخصیتیں اور تمام لوگ کھڑے ہو گئے اور احترام میں اپنے سر جھکا لئے بائیبل سے پیراگراف پڑھنے کے بعد عقیدت کے پھول چڑھائے گئے۔

آپ کا آخری سفر سینٹ تھامس چرچ سے شروع ہوا جہاں آپ کی نعش ۶ دن سے لوگوں کی زیارت کیلئے رکھی گئی تھی آخری سفر میں ۵ کلو میٹر لمبے راستہ پر ہزاروں لوگ خاموش غمگین سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ اس سے پہلے جب ترنگے میں لپٹا تابوت چرچ سے ماتمی جلوس کے ساتھ باہر لایا گیا تو گرجا گھر کی گھنٹیاں بجیں آٹھ فوجی افسروں نے تابوت اُٹھایا اور اسے دو پہیہ توپ گاڑی پر رکھا جو پھولوں سے سجی ہوئی تھی تابوت کے آگے صلیب تھامے تین اشخاص چل رہے تھے جب تابوت توپ گاڑی پر رکھا گیا تو گورکھا رجمنٹ کے جوانوں نے سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر ہتھیار الٹے کر لئے۔ ۹۷-۹-۱۳ کی صبح ہزاروں سوگوار لوگ گرجا گھر کے باہر اکٹھے ہو گئے تھے بنگال ایریا کے جنرل آفیسر کمانڈنگ انچیف میجر جنرل جتیندر سنگھ نے توپ گاڑی کی رہنمائی کی گاڑی کے پیچھے ۲۰ کاروں کا قافلہ تھا۔ بھارتی ہوائی فوج کا ہیلی کاپٹر جس میں دوردرشن ٹی وی کا عملہ بھی تھا قافلے کے اوپر اڑان کر رہا تھا توپ گاڑی کے ساتھ جانے والے فوجی عملہ کو بڑھ رہے ہجوموں کو گاڑی سے دور رکھنے میں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔

جب گاڑی صبح ۵۵-۹ پر سٹیڈیم پر پہنچی تب فوجی جوانوں نے پھر ہتھیار الٹے کر کے سلامی دی۔ ۸ فوجی افسروں نے گاڑی سے تابوت اتارا اور آہستہ آہستہ سٹیڈیم کی طرف بڑھے تابوت کے پیچھے مشنریز آف چیرٹی کے تین آدمی صلیب اور دو منور موم بتیاں تھامے تابوت کے پیچھے چل رہے تھے پروگرام کے مطابق تابوت صبح ۱۰ بجے سٹیڈیم کے اندر لے جایا گیا اندر دنیا بھر کی جمع سرکردہ شخصیتیں اور گیلری میں بیٹھی سسٹرز کھڑی ہو گئیں اور احتراماً اپنا سر جھکا لیا۔ نعش ۱۰-۲ پر پلیٹ فارم پر رکھی گئی اور فوجی افسروں نے سلامی دی پوپ کے نمائندے کارڈینل سڈانو ۱۰ پادریوں کے ساتھ نعش کے پیچھے کھڑے ہو گئے بعدہ کلکتہ کے آرچ بشپ ہنری ڈی سوزا نے تقریر کی۔ اور آپ کے کاموں اور مقاصد پر روشنی ڈالی جو عالمی لیڈر اور سرکردہ شخصیتیں تابوت کے آگے پہلی قطار میں بیٹھی تھیں۔ ان میں صدر جمہوریہ کے آر نارائن وزیر اعظم اندر کمار گجرال ان کی اہلیہ امریکہ کی خاتون اول لیڈی ہیلری کلنٹن۔ اٹلی کے صدر اوسکر لیوگی سکال فروڈ چس آف کینٹ برطانیہ کے نائب وزیر اعظم مسٹر جان پریسکوٹ بنگلہ دیش کی وزیر اعظم مسز حسینہ واجد فلپائن کی سابق صدر مسز کورازن ایکنو جارڈن کی ملکہ بیگم نور اور البانیہ اور گھانا کے صدر، سابق پردھان منتری اٹل بہاری واجپئی کے علاوہ ملک بھر سے کئی مرکزی وزراء اور سرکردہ شخصیتیں شامل تھیں۔ اور دنیا کے ۲۵۰ ممالک کی شخصیتوں میں گھانا کے صدر کینیڈا کے پردھان منتری کی اہلیہ پولینڈ کے پردھان منتری کی اہلیہ نیدرلینڈز کے سابق پردھان منتری آر لبرز سپین کی ملکہ صوفیہ۔ بلغاریہ کی ملکہ فابیولا۔ مدر کے آبائی وطن البانیہ کی نمائندگی وہاں کے صدر ریکسیپ میجدانی نے کی۔ اٹلی اور بنگلہ دیش کی نمائندگی وہاں کے پردھان منتریوں بالترتیب اسکر موئلی سکالفرو اور حسینہ واجد نے کی۔ کینیڈا کے نائب صدر پیٹر کیجز بھی موجود تھے امریکہ اور فرانس کی نمائندگی وہاں کی صدروں کی بیویوں علی الترتیب ہیلری کلنٹن اور برن دتے شیراک نے کی کینیڈا کے پردھان منتری کی بیوی اور پولینڈ کے صدر کی بیوی بھی موقعہ پر موجود تھیں۔ ملکاؤں میں جارڈن کی ملکہ نور سپین کی

(باقی صفحہ 8 کالم نمبر ۱-۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

جلسہ اس مقصد کی خاطر ہے کہ خدا کے بندے خدا کے ہو جائیں جو عبادت کے بغیر ممکن نہیں

آپ بحیثیت جماعت توحید کے علمبردار اس وقت بنیں گے
جب آپ دنیا میں خدا کے نیچے خدا کی روحوں کو ایک کر دیں گے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۸؍ جولائی ۱۹۹۷ء بمطابق ۱۸؍ وفا ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–
و آت ذاالقربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا. ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين. و كان الشيطان لربه كفوراً. (بنی اسرائیل: ۲۷، ۲۸)

جلسہ سالانہ میں اب صرف ایک ہفتہ باقی ہے اور وہی دن پھر آ گئے ہیں جو ہر سال ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔ یہ ایک ہفتہ جلسے کی مختلف تیاریوں میں خصوصیت کے ساتھ مصروف رہے گا۔ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مختلف نئے چہرے دکھائی دینے لگے ہیں جو محض جلسے کی خاطر رونما ہوتے ہیں۔ اور جلسے کے بعد پھر واپس اپنے وطن کو لوٹتے ہیں۔ مختلف ممالک سے اس جلسے میں شرکت کے لئے کچھ دوست آ چکے ہیں، کچھ آ رہے ہیں۔ اس لئے انہی دنوں کی باتیں جو ہمیشہ دہرائی جاتی ہیں وہی دہرائی جائیں گی۔ آج کے خطبے میں میں وہی باتیں آپ کو یاد کراؤں گا جو ہمیشہ یاد کراتا رہتا ہوں۔ لیکن جلسہ کے موقعہ پر ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں جو خاص اس جلسے سے تعلق رکھتی ہیں۔ سب سے پہلے تو آنے والوں کو خوش آمدید کہتا ہوں جو اور بھی آئیں گے، بعد میں آئیں گے ان سب کو بحیثیت امام جماعت احمدیہ بھی اور بحیثیت انگلستان میں رہنے والے آپ کے سب سے بڑے مہمان نواز کے طور پر آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ سارے انگلستان کی جماعت اس وقت ہمہ تن مصروف ہے۔ اور جن کو توفیق ہے وہ اپنے گھروں کو بھی ٹھیک کروا رہے ہیں۔ آج کل آپ کو بہت سی ایسی شاپنگ ملے گی جو محض جلسے کی خاطر ہوتی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ ان امور میں سب سے پہلے تو میں آنے والوں کے متعلق کچھ باتیں کہوں گا، پھر مہمان نوازوں کے متعلق بھی کچھ باتیں کہوں گا۔

جہاں تک آنے والے ہیں ان کا تعلق محض خدا سے ہے، اللہ کی خاطر آئے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ خدا کی خاطر ان کو آنا چاہئے۔ اور دوسری ساری اغراض کو ایک طرف رکھ دینا چاہئے۔ بسا اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ آنے والے کچھ اور نیتیں بھی ساتھ رکھتے ہیں جن میں سے ایک نیت یہاں پناہ ڈھونڈنا یا یہاں نہیں تو یہاں کے بہانے بعض دوسری جگہ پناہ ڈھونڈنا ہے۔ پناہ ڈھونڈنا ان کا ایک حق ہے لیکن جلسے کو اس کے لئے استعمال کرنا ان کا حق نہیں ہے بلکہ جماعتی لحاظ سے یہ ایک بہت خطرناک جرم ہے۔ ایسا کہ پھر زندگی بھر بخشا نہیں جائے گا۔ اس لئے میں واضح طور پر آپ سب کو متنبہ کرتا ہوں۔ اگرچہ لازماً بہت بھاری تعداد آپ میں سے ایسی ہوگی جو محض خدا کی خاطر آئے، خدا کی خاطر واپس جائیں گے۔ کئی صرف چہرہ دیکھنے آتے ہیں، چہرہ دیکھ کے چلے جاتے ہیں۔ اس کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو ہمیشہ پہلے بھی آتے رہے اور جلسہ سالانہ کا ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے۔ ایسے لوگوں کو جماعت سے نکال دیا گیا اور اب وہ جتنی چاہیں درخواستیں لکھیں اب ان کو دوبارہ جماعت احمدیہ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اسی حالت میں ان کی موت آئے گی۔ کیونکہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی بجائے دنیا کو دین پر مقدم کیا اور تمام مخلصین کو جو پاکستان میں محض جلسے کے لئے ترستے رہتے ہیں ان کو جلسوں سے محروم کر دیا۔ یہ بڑا جرم ہے جو عام جرم نہیں ہے۔ اب موت کے بعد ہی خدا تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا کہ کس حد تک وہ معافی کے لائق ہیں یا نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس سے پہلے انگلستان کی حکومت جماعت احمدیہ کو ہزاروں ویزے اس غرض سے دیا کرتی تھی کہ جلسہ پر آئیں، شوق سے اپنے مذہبی تہوار میں حصہ لیں اور واپس چلے جائیں لیکن دن بدن اس میں سختی ہونی شروع ہوئی کیونکہ بہت سے ایسے جنہوں نے ایمبیسی میں جا کر یہ عہد کیا کہ ہم محض جلسے کی خاطر جا رہے ہیں اور واپس آئیں گے اس عہد کو توڑا اور یہاں آ کر یہاں کی سہولتیں لینے کی خاطر وہ یہیں ٹھہر گئے۔ شروع میں انگلستان کی حکومت نے ہاتھ ذرا آہستہ سخت کیا ہے، پہلے ہزاروں کو اجازت دیا کرتے تھے پھر سینکڑوں کو دینے لگے یہاں تک کہ پھر سینکڑوں کو اجازت دیتے وقت بھی وہ متردد ہو جاتے تھے۔ نظام جماعت کی طرف سے جو تصدیق کی جاتی تھی اس کو بھی انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ یہاں تک کہ نظام جماعت کی طرف سے جماعت کے نمائندوں کی جو تصدیق کی جاتی تھی اس کو بھی نظر انداز کرنے لگے اور یہ جماعت کے منہ پر ایک قسم کا تھپڑ تھا کہ تم دنیا میں دینی اخلاق اور دینی اقدار کی حفاظت کرنے والے لوگ ہو، یہ تمہارا حال ہے کہ جلسہ پر آنے کے لئے جلسے کو اسائلم کے لئے یعنی یہاں پناہ ڈھونڈنے کے لئے ایک بہانہ بنا لیا۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس غرض سے یہاں آئے اور کسی اور غرض کے لئے ٹھہر جائے۔ ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو کسی اور ملک میں جانے کے بہانے یہاں سے فائدہ اٹھائے اور پھر جا کر کہہ دے کہ ہم نے تو ملک چھوڑ دیا ہے۔ اب یورپ کا نظام اس قسم کا ہو گیا ہے کہ اگر ایک ملک کسی کو ویزا دیتا ہے اور وہ یورپ میں کہیں بھی پناہ لیتا ہے اس کی ذمہ داری اس ملک پر ڈالی جاتی ہے جس نے ویزا دیا تھا اور اس کے نتیجے میں انہیں خفت اٹھانی پڑتی ہے اس لئے اس جلسہ پر تو یہ نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو اس کے نتائج کے لئے آپ تیار رہیں۔ خدانخواستہ اگر ایک آدمی بھی ایسا نکلا جس نے جلسے سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور دنیاداری کو اپنا لیا تو اس کو میں یقین دلاتا ہوں کہ ساری عمر اس کی معافی کی درخواست زیر غور نہیں آئے گی۔ ہمیشہ ہمیش کے لئے وہ جماعت سے نکالا گیا ہے اور اسی حالت میں وہ مرے گا۔ اس سے پہلے بعض لوگ کچھ سال درخواستیں دینے کے بعد یہ لکھنا شروع کر دیتے تھے کہ ہمارا تو بہت برا حال ہے جماعت کے بغیر، ہم تو تڑپ رہے ہیں جیسے مچھلی پانی کے بغیر تڑپ رہی ہے ہمیں داخل کرو۔ میں ان کو یہی جواب دیتا ہوں کہ جس گندے پانی کو تم نے اپنا لیا ہے اس گندے پانی میں رہو اور ہمارے شفاف پانی کو اسی طرح رہنے دو۔ اب مرتے دم تک تمہیں اس پانی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوگا۔

صرف ایک یا دو ایسے معاملات ہوئے تھے جن میں ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ واقعۃً ہمارے دل کو تکلیف ہے تو ہم یہاں کی درخواستیں واپس لیتے ہیں ہمیں حکومت نے جو سہولتیں دی ہیں، جو پاسپورٹ دئے ہیں سب واپس کرتے ہیں اور واپس اپنے ملک میں جاتے ہیں اور واقعۃً انہوں نے ایسا کیا۔ یہاں کا منظور شدہ ان کا جو حق تھا یا حق نہیں لیکن گورنمنٹ نے حق سمجھا منظور کر لیا اسے انہوں نے واپس کر دیا اور کہا کہ ہماری غلطی تھی ہم نے احمدیت کو بہانہ بنایا تھا اس لئے ہم واپس جاتے ہیں ہمارا اب یہاں سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کو لازماً معاف کیا جانا تھا اور معاف کیا گیا۔ لیکن جو بد اثر پیدا کر دیا گیا ہے وہ بہت ہی خوفناک ہے جو ابھی تک چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے ایمبیسی والے جماعت کے بعض بزرگوں کے منہ پر یہ بات مارتے رہے اور دیکھتے ہوئے بھی کہ یہ لوگ وہ نہیں، یہ چہرے وہ نہیں ہیں جو اس قسم کی حرکتیں کریں پھر بھی ان کی بے عزتی کرتے رہے۔ پس اس دفعہ خصوصیت کے ساتھ ہمارا رابطہ متعلقہ محکموں سے ہوا ہے ان سے ہم نے دوبارہ درخواست کی ہے کہ از سر نو اس پر غور کریں۔ اور دوبارہ انہوں نے کچھ سہولتیں دینی شروع کی ہیں۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ کوئی ایک بھی گندی مچھلی اس صاف ماحول کو دوبارہ گندہ نہیں کرے گی۔

جہاں تک آنے والوں کا تعلق ہے ہر دوسرے پہلو سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ ہمارے مہمان ہیں اور اس لئے مہمان ہیں کہ وہ اللہ کے مہمان ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ہیں اور ہم ہر پہلو سے ان کی عزت کرتے ہیں اور عزت کریں گے۔

جہاں تک جماعت کے دوستوں کا تعلق ہے جو انگلستان میں رہتے ہیں یا مختلف مہمان نوازی کے شعبوں میں خصوصیت کے ساتھ متعلق ہیں ان کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مہمانوں کے دل نازک ہوا کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو اپنے رشتہ داروں یا عزیزوں کے گھر ٹھہریں گے اور وہ دیر سے ان کو جانتے ہیں، ان کا معاملہ الگ ہے لیکن کچھ ایسے بھی جو محض خدا کی خاطر آئے، کسی کو جانتے نہیں، ان کی مہمان نوازی شعبے نے کرنی ہے۔ اور وہ ذاتی مہمان نوازی نہیں مگر اللہ کی خاطر ہے۔

جہاں تک مہمان نوازی کے ایام کا تعلق ہے تین دن کی روایت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہمانی تین دن کی ہوا کرتی ہے اس کے بعد اجازت سے ٹھہرو۔ اور مہمانی کے بعد جو تعلق ہے میزبان اور مہمان کا اسے صدقہ فرمایا۔ لیکن نظام جماعت میں آنا جو ہے وہ اور رنگ رکھتا ہے۔ یہ ہر گز اس قسم کا معاملہ نہیں کہ تین دن کے بعد صدقہ شروع ہو جائے۔ جماعت نے پندرہ دن کی ذمہ داری قبول کی ہے کیونکہ بہت دور دور سے لوگ تشریف لاتے ہیں اور یہاں آتے ہی تین دن ہاتھ لگا کر واپس جانا ان کے لئے ممکن ہی نہیں۔ ویسے بھی ممکن نہیں یعنی سفر کی جو سہولتیں مہیا ہوتی ہیں وہ خاص تین دن کے لئے احمدیوں کو نہیں مل سکتیں اسلئے ان سہولتوں کو پھیلانا پڑتا ہے۔ اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں پندرہ دن جہاں تک ہمارا پرانا تجربہ ہے کافی ہیں۔ اور پندرہ دن آپ جماعت کے مہمان ہونگے۔ لیکن جو انفرادی طور پر کہیں ٹھہرے ہیں ان کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ چند دن کے بعد پھر جماعتی انتظام میں منتقل ہو جائیں۔ کیونکہ جو مقامی دوست ہیں سوائے اس کے کہ ان کی رشتہ داریاں ہوں، ان کی دوستیاں ہوں، پرانے سلسلے چل رہے ہوں آپس میں ایک دوسرے کے ہاں ٹھہرنے کے، ان کے سوا جو اجنبی مہمان ہیں ان کو چند دن کے بعد از خود ہی جماعتی نظام میں منتقل ہو جانا چاہئے تاکہ مقامی دوستوں پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

یہ آیت کریمہ جو میں نے پڑھی ہے ﴿و ات ذاالقربیٰ حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيراً﴾ اس میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ ﴿ات ذاالقربیٰ حقه﴾ جو قریبی ہے اس کا حق اس کو دو ﴿والمسكين﴾ اور مسکین کو بھی ﴿وابن السبيل﴾ اور راستہ چلتے کا بھی ﴿ولا تبذر تبذيراً﴾ لیکن حد سے زیادہ اسراف نہ کرنا۔ اس آیت کے مختلف پہلو سے اطلاق ہو سکتے ہیں۔ کچھ تو اس پہلو سے کہ بعض لوگ محض دکھاوے کی خاطر اپنی توفیق سے بڑھ کر بعض مواقع پر خرچ کرتے ہیں جبکہ ان کا دل اندر سے تنگی محسوس کرتا ہے۔ ایسے مواقع پر مثلاً شادی بیاہ پر آنے والوں پر یا قریبیوں کے گھر ٹھہریں یا مسکین کو بھی جب وہ کھانا کھلائیں تو دکھاوے کی خاطر کھلائیں گے، رستہ چلتے کو بھی دیں گے تو دکھاوے کی خاطر دیں گے، ایسے لوگ ہمیشہ اپنی توفیق سے بڑھ کر خرچ کیا کرتے ہیں اور اپنا نام کمانے کی خاطر ایک نیکی سرانجام دیتے ہیں اس نیکی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ﴿ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين﴾ یہ خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں ﴿و كان الشيطان لربه كفوراً﴾ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور یہ لوگ جو اپنی توفیق سے باہر خدا کی خاطر نہیں بلکہ اپنے نفس کو بڑا کرنے کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔ وہ دکھاوا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان معنوں کا کوئی اطلاق بھی جلسے کے دوران کسی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ جہاں تک میں نے یہاں کے میزبانوں کو دیکھا ہے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے محض اللہ کی خاطر یہ کام کرتے ہیں اور کوئی دکھاوا ہر گز ان کا مقصود نہیں ہوتا۔

لیکن اس آیت کریمہ کا ایک اور معنی بھی لیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو خدا کی خاطر خرچ کرتے ہیں ان کو ان اقدار کو سامنے رکھنا چاہئے اور نیکی کی خاطر بھی حد سے بڑھ کر کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ذاالقربیٰ، مساکین، وابن السبیل، ان پر خرچ کرنا نیکی ہے اور بعید نہیں کہ بعض لوگ دھوکے میں کہ نیکی پر خرچ کرو جتنے مرضی قرضے اٹھاؤ سب جائز ہے وہ ضرورت سے بڑھ کر خرچ کر دیں۔ ایسے نیک نیت لوگ جو حقیقت میں غلطی خوردہ ہیں۔ ان کے لئے نصیحت ہے کہ ایسا نہ کرنا ورنہ یہ شیطانی کام ہوگا جو تمہیں نقصان پہنچائے گا۔

پس مہمان نوازی میں توفیق ضروری ہے ۔ ایسی توفیق جو کھینچ کر لمبی تو کی جا سکتی ہے مگر اس کی حدود سے باہر نہیں نکلا جا سکتا۔ آپ مہمان کی خاطر وقتی طور پر کچھ قرض بھی اٹھا سکتے ہیں جو کچھ عرصے کے بعد واپس کر سکتے ہیں اور انسان اپنے لئے جب قرض اٹھاتا ہے تو مہمانوں کی خاطر بھی قرض اٹھایا جا سکتا ہے مگر یہاں جس تبذیر کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان قرضوں کے بوجھ تلے دب جائے، اپنی توفیق سے باہر کی چھلانگ لگائے اور مقصد صرف دکھاوا ہو تو دکھاوا نہ بھی مقصد ہو، نیکی بھی مقصد ہو اس میں بھی اپنی توفیق کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں سادگی تھی اور بے تکلفی تھی۔ توفیق نہ بھی ہو تو توفیق بنالی جاتی تھی۔ اور اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ سب سے پہلے مہمانوں کی خاطر اپنے گھر سے سوال کیا کرتے تھے کہ بتاؤ کچھ ہے کہ نہیں۔ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ایک مہمان کی خاطر سوال کیا تو سب ازواج مطہرات کی طرف سے یہی جواب آیا کہ ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جس طرح چاہو، جو چاہو کرو مگر تم نے ضرور مہمان کی خدمت کرنی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے کوئی اور ہے جو اس مہمان کو لے لے۔ ایک صاحب اٹھے انہوں نے کہا یارسول اللہؐ میں ہوں۔ اتنی غربت کا زمانہ تھا کہ اس کے گھر میں بھی اور کوئی کسی کے لئے کھانا نہیں تھا۔ نہ ماں کے لئے کھانا تھا نہ باپ کے لئے کھانا تھا۔ صرف بچوں کے لئے پڑا ہوا تھا۔ لیکن وہ اٹھا اور بڑی بہادری سے کہا۔ اب یہ تبذیر نہیں ہے۔ توفیق سے بڑھ کر تو خرچ ہے مگر وہ توفیق کھینچ کر بڑھادی گئی ہے یعنی تکلیف برداشت کرنے کی توفیق۔ یہ معاملہ تبذیر سے باہر کا معاملہ ہے۔ پس وہ تکلیف جو انسان مہمان کی خاطر اٹھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مہمان نوازی میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر خاص طور پر ایسا واقعہ گزرا جو قیامت کے دن تک مہمان نوازی میں آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتا رہے گا۔ اس خاوند نے اپنی بیوی سے پوچھا کتنا کھانا ہے؟ اس نے کہا صرف اتنا کہ بچوں کو دیا جا سکتا ہے۔ اس نے کہا اچھا پھر بچوں کو تو سلادو۔ جس طرح بھی ہو تھپکیاں دو۔ تم نے اور میں نے بھی کھانا نہیں کھانا۔ یوں کرنا کہ لیمپ ٹھیک کرنے کے لئے جو دیئے ہوا کرتے تھے اس زمانہ میں اس کو درست کرنے کی خاطر کھانا کھانے سے پہلے وہ دیا بجھا دینا۔ اور بظاہر یہ اثر پڑے گا مہمان پر کہ اچانک غلطی سے بجھ گیا ہے۔ وہ دیا بجھا کر میں اور تم خالی منہ سے آوازیں نکالیں گے اور مہمان کو جتنا بھی کھانا ہے وہ اسی کے لئے کافی ہوگا اس کو کھانا کھانے دیں گے۔ اس صورت میں وہ دستر خوان کے گرد بیٹھے کہ وہ دونوں آوازیں نکال رہے تھے اور ایک کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں تبذیر میں بھی ایک جھوٹ ہے۔ مگر یہ جھوٹ جھوٹ نہیں ہے کیونکہ اگر یہ جھوٹ ہوتا تو آنحضرت ﷺ اس کی تعریف نہ فرماتے۔ بغیر کچھ کہے کسی پر ایسا اظہار کرنا کہ ایک نیکی میں مددگار ہو، مہمان نوازی کی تائید کرنے والا ہو لیکن منہ سے کوئی جھوٹ نہ بولا گیا ہو۔ یہ تعصب کے لحاظ سے شاید جھوٹ کوئی سمجھے مگر یہ جھوٹ نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو نیکی ہی شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن جب وہ نماز کے لئے حاضر ہوا آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا تم نے کیا کیا رات کو۔ وہ حیران تھا کہ اس بات کا کسی کو کچھ پتہ نہیں۔ تم نے کیا کیا کہ آسمان پر خدا بھی خوش ہوا اور خوشی کے اظہار میں جو آواز نکلتی ہے ہنسی کی آسمان پر خدا ہنسنے لگا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسا تم نے واقعہ کیا ہے۔ اس پر اس نے عرض کیا یارسول اللہ یہ واقعہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اتنے پیار سے دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ اور ہمیشہ کے لئے اسلامی تاریخ میں یہ واقعہ محفوظ ہو گیا۔ اب آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ یہ تبذیر نہیں ہے۔ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ نیکی میں حد سے زیادہ توفیق پانے کی ایک ایسی مثال ہے جو دنیا میں کم دکھائی دیتی ہے۔

تو مہمان کے لئے اس حد تک آپ اپنی وسعتوں کو بڑھائیں کہ آپ کی مہمان نوازی کی وسعت تو بڑھے لیکن اپنی ذات پر بے شک تنگی آئے۔ لیکن ایسی وسعت نہ کریں جیسے دکھاوے والے دنیا کو دکھانے کی خاطر خرچ کیا کرتے ہیں اور اپنی توفیق سے بڑھ کر خرچ کر دیتے ہیں۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں کی مہمان نوازی اسی رنگ کی ہوگی۔

دوسری ایک بات جو جلسے کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ جلسے پر بہت سے لوگ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نازک مزاج بن کر آتے ہیں اور ان میں کچھ ان کا حق بھی شامل ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنی دور سے آئے ہیں، محض خدا کی خاطر آئے ہیں۔ اس لئے ہمارا پورا خیال رکھنا چاہئے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بعض دفعہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر میزبان کا یہ کام نہیں ہے کہ ناراض ہو۔ یہاں ایک ایسا واقعہ گزرا تھا جس کی وجہ سے میں بعض جماعتوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ بڑی بدتمیزی سے مہمانوں کو کہا گیا کہ قبول کرتے ہو تو کرو، نہیں تو جاؤ جو مرضی ہے کرو۔ بڑی ذلیل اور کمینی حرکت تھی۔ جو عام طور پر ایسے شخصوں سے رونما نہیں ہوا کرتی جن کو میں جانتا تھا۔ لیکن آئندہ کے لئے ہمیشہ کے لئے میں نے ان کو جماعت کی خدمت سے محروم کر دیا۔ ایسا ہی واقعہ ایک جرمنی میں بھی ہوا۔ اور ایک مہمان نواز صاحب جو غیر ملکیوں کے مہمان نواز تھے اس کام پر مقرر تھے وہاں ایک احمدی بعض

طالبان دعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 700001
دکان-248-1652, 248-5222
رہائش-243-0794, 27-0471

ارشاد نبویؐ
خَیرُ الزَّادِ التَّقوٰی
سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے
﴿منجانب﴾
رکن جماعت احمدیہ ممبئی

غیر احمدی لڑکوں کو بلا کر لایا ہوا تھا اور ان کے اصرار کے باوجود کہ نہیں کوئی ضرورت نہیں وہ ان کو زبردستی اس مہمان خانے میں لے گیا جو غیر ملکیوں کے لئے تھا۔ اب ایسے موقعہ پر ایک طرف انتظام ہے ایک طرف اخلاق ہیں۔ ایک طرف عمومی ذمہ داری ہے جو خدا کے مہمانوں کی ادا کرنے والی ہے اس وقت حکمت سے کام لینا چاہئے لیکن اخلاق فاضلہ کو بہر حال ان انتظامی ذمہ داریوں پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ان صاحب نے جو منتظم تھے انہوں نے اپنا فرض یہ سمجھا کہ جا کر ان کی کھانا کھاتے ہوؤں کی پلیٹیں چھین کر پھینک دیں اور واپس جا کر انہوں نے مجھے یہ خط لکھا۔ انہوں نے کہا ہم تو کچھ اور سمجھ کے آئے تھے آپ کی جماعت کو، یہ تو کچھ اور نکلی ہے۔ میں تو یقین نہیں کر سکا۔ میں نے کہا یہ ہو ہی نہیں سکتا، ضرور انہوں نے کوئی زیادتی کی ہے اور ایسا واقعہ ممکن نہیں۔ لیکن تحقیق بھی کروائی اور پتہ لگا واقعتاً بعینہ یہی ہوا۔ اور ان صاحب نے جن کو خدا کے فضل کے ساتھ جھوٹ کی عادت بہر حال نہیں ہے انہوں نے تسلیم کیا کہ ہاں مجھ سے یہ حرکت ہوئی ہے۔ تو اپنی طرف سے منتظم بنے ہوئے تھے لیکن ایسی بیہودہ بداخلاقی کی حرکت ہوئی ہے جو جماعت کو داغ لگانے والی ہے۔ اور ایسے بعض دوستوں کو ہمیشہ کے لئے پرے دھکیلنے والی جن کے متعلق امکان تھا کہ وہ جماعت احمدیہ میں داخل ہو جاتے۔ ایسے موقعوں پر کیا کرنا چاہئے سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے؟ یہاں پر عزت کے ساتھ یا تو افسر اعلیٰ سے اجازت لے لی جائے کہ ان کو یہاں کھانا کھانے کی اجازت دی جائے۔ یا عزت کے ساتھ ان سے درخواست کی جائے کہ بھائی آئیں میں آپ کو اس سے بہتر بٹھا کر کھانا کھلا دیتا ہوں۔ لیکن دیکھیں یہ غیر ملکی لوگ ہیں ہم آپ کے لئے اور اچھا انتظام کر دیتے ہیں اگر ایسا کرتے تو ہرگز ان کے دل میں کوئی اس کے خلاف رد عمل نہ ہوتا۔ لیکن کھاتے ہوئے آدمی کی پلیٹیں چھین کر پھینک دی جائیں یہ بہت ہی ذلیل سلوک ہے۔ میں امید رکھتا ہوں اور میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ایسا کوئی ذلیل سلوک اس موقع پر ہو، اس جلسہ سالانہ پر ہو لیکن اگر انتظامی طور پر کچھ مشکلات پیش آتی ہیں تو اخلاق فاضلہ کو بڑھ جانا چاہئے نہ کہ کم ہونا چاہئے۔ غالب کہتا ہے ؎

بہرہ ہوں میں تو چاہئے دونا ہو التفات ☆ سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

کہ میں بہرا ہوں لیکن اے بولنے والے دو دفعہ کہہ دیا کرو اونچی بولا کرو۔ سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر۔ میں دوبارہ بات کہے بغیر سن نہیں سکتا۔ تو قاعدہ سے ہٹی ہوئی بات ہے کہ ایک عام انسان ایک عام آواز میں کسی سے مخاطب ہو اور وہ نہ سنے۔ لیکن اس کا دوبارہ کہنا اور زور سے کہنا یہ قاعدہ سے ہٹی ہوئی بات نہیں۔ یہ دستور کے مطابق بات ہے۔ پس اگر کسی موقعہ پر کسی دوسری طرف سے بدانتظامی ہو تو اعلیٰ اخلاق سے آپ اس بدانتظامی کا قلع قمع کر سکتے ہیں یا اس کو زائل کر کے ایک نظام جماعت کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔

پس یہ یاد رکھیں کہ آنے والوں میں سے کئی قسم کی غلطیاں کرنے والے ہونگے۔ کوئی کسی اور نظام میں چلا جائے گا، کوئی اور نظام میں چلا جائے گا۔ مگر آپ کا فرض ہے کہ اخلاق سے اسے سمجھائیں اور اس کی ضرورت پوری کریں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ احسان کا سلوک کریں۔ ہمارے پرانے انتظامات میں جلسہ سالانہ پر کئی ایسے دوست تھے جو کسی لنگر خانے کے ناظم ہوا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ساری رات ان کے ہاں لوگ جاتے تھے۔ وہ خود کھڑے ہو کر ان کو الگ بٹھاتے حالانکہ لنگر خانے میں کھانا کھلانا دستور کے خلاف تھا۔ دستور یہ کہتا تھا کہ لنگر خانے میں صرف روٹی کی تیاری کا کام ہے، سالن کی تیاری کا کام ہے، کھڑکیوں سے سالن تقسیم ہو گا ان کے لئے جو باہر مہمان نوازی کے انتظامات میں کام کرتے ہیں۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ اللہ کے مہمان ہیں اس وقت وہ انتظامات بند ہو چکے ہیں اور میں ان کو خاص انتظام کی طرف نہیں بھجوا سکتا جو ختم ہو چکا ہے۔ پس ساری رات ان کے ہاں یہ دستور چلتا تھا کہ آنے والا پوچھتا تھا کہ کہاں جائیں تو کہتے تھے کہ بیٹھو پہلے کھانا کھاؤ پھر بعد میں جانا اور کبھی بھی ان کے خلاف افسر جلسہ نے کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ معروف تھا اور سب خوش ہوتے تھے۔ تو انتظام کو کہاں برقرار رکھنا ہے، کہاں اعلیٰ انتظام کی خاطر جو اخلاقی نظام ہے، جو جماعت کی اولین ذمہ داری ہے وہاں نظام کی چھوٹی چیزوں کو قربان کرنا ہے یہ حکمت کا بھی معاملہ ہے اور اخلاق فاضلہ کا بھی ہے۔ تو اس پہلو سے آپ خیال کریں مختلف لوگ آئیں گے، مختلف جذبات لے کر آئیں گے مگر اس صورت میں جہاں تک آپ ان کا خیال رکھیں گے وہاں یہ یاد رکھیں کہ جو حفاظت کی ذمہ داری ہے اس کو قربان نہیں کرنا۔

بعض دفعہ انسان اخلاق کی تفسیر نہیں سمجھ سکتا اور سمجھتا ہے کہ اخلاق کا تقاضا ہے کہ ایک آدمی جلسہ سالانہ میں آگیا ہے جہاں اس کو نہیں آنا چاہئے تھا اس لئے اب اس کو وہیں رہنے دو یہ بات درست نہیں، یہ اور بات ہے۔ نظام جماعت کا فرض ہے کہ حفاظت کا انتظام بھی کرے اور ایسے لوگوں پر آنکھ رکھے جن کے متعلق احتمال ہے کہ وہ شرارت کی خاطر آئے ہیں پس ایسے موقع پر آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں پہلے بھی میں ہدایات دے چکا ہوں۔ ایسے موقع پر جو انتظام ہے حفاظت کا اس کو چاہئے کہ موبائل فورس رکھے۔ موبائل فورس کا مطلب ہے کہ جو مختلف جگہوں پر پھر سکتے ہوں، وہ ڈنڈے بن کر جگہ جگہ حفاظت کے لئے نہ کھڑے ہوں۔ کثرت کے ساتھ ایسے آدمی ہونے چاہئیں جن کے ساتھ بچے بھی ہوں، بڑے بھی ہوں، جو کھلے پھرنے والے لوگ ہوں۔ اور ان کا کام یہ ہے کہ ایسے شخص کو دیکھیں تو اس کے ساتھ پھر ضرور کسی آدمی کو بٹھائیں اور پھر انتظامیہ سے پوچھیں کہ یہ صورت ہے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ زبردستی اس کو اٹھا کر باہر کرنا، شور بھی ڈالا جا سکتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ کیا حرکت کر رہے ہو۔ دیکھنے والے بغیر جانے کہ کیا بات ہے یہ تاثر لیں کہ دیکھو یہاں تو بڑی زیادتی ہوتی ہے۔ تو حکمت کے ساتھ حفاظت کا فرض پورا کرتے ہوئے اس کے اوپر کسی نگران کو مقرر کرتے ہوئے پھر آپ انتظامیہ سے رابطہ کریں۔ اور بڑے افسر سے پوچھیں وہ آپ کو بتا سکتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ آنے والا پہچانا نہیں جاتا۔ مختلف آنے والوں کی شکلیں مختلف ہیں۔ بعض احمدی ہیں، پیدائشی احمدی ہیں، لیکن اپنی مونچھوں کے لحاظ سے یا اپنے طور طریق سے وہ بڑے دبنگ انسان دکھائی دیتے ہیں جیسے اب بس کر گزریں گے اور ان کے پیچھے پیچھے لوگ بھاگ رہے ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں کیا کر دکھائیں گے۔ اس لئے میں نے آپ کو توجہ دلائی ہے کہ ان کے متعلق رابطہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جو افسر اعلیٰ ہے وہ پتہ کر لیتا ہے اور آپ کو سمجھا دے گا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں یہ خدا کے فضل سے اپنا احمدی ہے اس قسم کے بھی احمدی ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کے احمدیوں سے رابطہ رکھنا ہوگا۔ لیکن بعض دفعہ واقعتاً ایسے دکھائی دیتے ہیں جن کے متعلق کوئی گواہی نہیں۔ اس لئے یہ بہت ہی اہم امر ہے کہ حفاظت کے نظام میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کھڑے پہرہ داروں کی بجائے زیادہ سے زیادہ چلنے پھرنے والے عام طور پر پہرہ داروں کے طور پر شناخت نہ کئے جانے والے لوگ زیادہ ہونے چاہئیں۔ عام پھریں اور ان کے لئے بلوں کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ انکے پاس ایسے پاس ہونے چاہئیں جو اگر انتظام روکے تو دکھا دیں کہ ہم خاص حفاظت کے انتظام پر مقرر ہیں لیکن فری موبائل فورس یہ سیکیورٹی کے لئے یا حفاظت کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اور اس کے بغیر حفاظت کرنے والے محض دکھاوا ہو جاتے ہیں۔ اور دکھاوے کے خلاف جیسا کہ میں نے آیت کریمہ پڑھی ہے خدا تعالیٰ بڑے زور سے مومنوں کو متوجہ فرماتا ہے کہ ہرگز کسی طرز پر بھی دکھاوا نہیں کرنا۔ میں اب امریکہ اور کینیڈا جب گیا تھا تو ان سے میں نے درخواست کی تھی کہ بہت سے دوستوں کو میں دیکھ رہا ہوں جو دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہیں ان بے چاروں کو یہ بھی توفیق نہیں مل رہی کہ مجھے دیکھ لیں۔ سارا سال انتظار کرتے ہیں اور پہرے کی وجہ سے مجھے دیکھنے، ملنے سے محروم بیٹھے ہیں۔ ضرورت سے زیادہ آدمی اور ڈنڈوں کی طرح نصب ہوئے ہوئے، دوسری طرف منہ کئے ہوئے۔ وہ خود ایک سیکیورٹی ٹارگٹ ہیں جس کو انگریزی میں Sitting Duck Target کہتے ہیں وہ تو ایک مرغابی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں جو چاہے ان کو نشانہ بنائے، انہوں نے کیا حفاظت کرنی ہے۔ مگر عام حالات میں پہرے کے لئے آپ کو زیادہ سے زیادہ غیر معروف پہرے داروں کی ضرورت ہوتی ہے جو عام لوگوں میں ملیں جلیں پھریں اور ان کو کوئی پہچانے نہ کہ یہ کون ہیں۔ اور دوسری بات اس میں ضروری ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ مختلف ممالک کے دوستوں کو اس نظام سے وابستہ کریں جہاں صرف میزبان نہیں بلکہ مہمان بھی میزبانوں کی طرح خدمت سرانجام دیں گے۔ کیونکہ بہت سے پاکستان، بنگلہ دیش، کسی اور ملک سے آنے والے ایسے ہونگے جن کو یہاں کی انتظامیہ نہیں جانتی اور وہاں کے لوگ جانتے ہیں۔ اس لئے حفاظتی نظام میں لازمی ہے کہ اس کو ایک عالمی نظام کا مظہر بنایا جائے۔ اس میں ہر قسم کے ایسے دوست شامل ہوں جو مختلف ملکوں سے آنے والے ہوں۔ اگر کسی بنگالی کا مسئلہ درپیش ہو تو کوئی بنگالی نظام کا حصہ لینے والا وہاں موجود ہو۔ اس کو بھیجا جا سکتا ہے وہ پتہ کرے کہ یہ کون صاحب ہیں۔ اگر کوئی افریقن ہے کھانا کے ہیں تو گھانا کے کچھ دوست اس نظام سے منسلک ہونے چاہئیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں سے کچھ نہ کچھ آنے والے مہمانوں کو تکلیف دی جا سکتی ہے کہ وہ اس نظام سے منسلک ہوں۔ ربوہ میں ہم یہی کیا کرتے تھے سارے پاکستان سے

M/S NISHA LEATHER
Specialist in Leather Belts,
Ladies & Gents Bag, Jachets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700087 ☎ 2457133

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان ☎ 649-04524
روایتی زیورات
جدید فیشن
کے ساتھ

آنے والی جماعتوں، دنیا کا تو نہیں مگر سارے پاکستان سے آنے والی جماعتوں کو اس نظام میں ملوث کیا کرتے تھے اور اس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے کہیں سے بھی کوئی آنے والا ہو اس کو پہچاننے والا کوئی نہ کوئی موجود ہوتا تھا۔

نظام جماعت کی جو سیکیورٹی ہے کیونکہ ساری جماعت اس میں حصہ دار ہے اس لئے اس کی کوئی مثال دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی۔ ایک دفعہ ایک ایسے دوست سے میری گفتگو ہوئی جو یورپ امریکہ وغیرہ میں سیکیورٹی کے نظام جانتے تھے۔ ان کو جب میں نے نظام جماعت کی سیکیورٹی کا انتظام سمجھایا تو وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے کہا واقعتاً اس جماعت کے سوا دنیا میں کہیں یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ سارا Crowd جتنے بھی شامل ہونے والے ہوں وہ عملاً سیکیورٹی کے ممبر بن جاتے ہیں۔ ہر ایک کی آنکھیں کھلی ہیں۔ ہر ایک اپنے دائیں بائیں دیکھ رہا ہے اور یہ بات کسی اور دنیا کے نظام میں ممکن ہی نہیں خواہ بڑے سے بڑے پریذیڈنٹوں کی حفاظت ہو یا آنے والے مہمانوں کی ہو۔ یہ نظام کہیں اور جاری نہیں سوائے جماعت احمدیہ کے۔ اس نظام کو سمجھیں اور اپنے دماغ میں اور اپنے دل میں اس طرح سرایت کریں کہ آپ کی زندگی کا حصہ بن جائے۔ **سیکیورٹی مائنڈڈ (Security Minded) ہونا ہر احمدی کا فرض ہے لیکن اخلاق فاضلہ کے ساتھ۔ اس سیکیورٹی مائنڈڈ ہونے کو یعنی حفاظت کے لحاظ سے ذہنی طور پر باشعور ہونا۔ اس کو سیکیورٹی مائنڈڈ کہتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہرگز اخلاق کو اس پر قربان نہیں کرنا۔** یہ ایک امتزاج ہے جو مومن کی شان ہے اور یہ امتزاج ایک بڑا چیلنج ہے۔ بعض لوگ سیکیورٹی کی وجہ سے بداخلاق ہو جاتے ہیں اور بدتمیز ہو جاتے ہیں، دھکے دیتے ہیں دوسروں کو، ہٹو اس طرف سے نہیں آنا۔ بعض لوگ اور بھی زیادہ بچھ جاتے ہیں لیکن جو پوچھنے والے ہیں وہ زیادہ بہتر کام کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر وہ شخص جو نظام کو توڑتا ہے وہ بھی کچھ آگے سے نرم ہو جاتا ہے اور بچھتا ہے۔ مگر جس کو آپ ڈنڈے دکھائیں، جس پر آپ زور چلائیں کہ ہم سیکیورٹی والے ہیں تم کون ہوتے ہو۔ وہ بداخلاق ہو جائے گا۔ وہ بعض دفعہ ایسی باتیں بھی کرے گا جس کو سننا آپ کے لئے مشکل ہو گا۔ اور بعض دفعہ ایسے لوگ نظام کے قریب آتے آتے پھر دور بھی ہٹ جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ مجھے اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ بہت سے ایسے جانے والے ہیں یعنی انتظامات سے، خواہ یہاں سے جائیں یا امریکہ یا کینیڈا سے یا کسی اور ملک سے جرمنی وغیرہ سے واپس جائیں وہ اپنے تجربات میں مجھے شامل ضرور کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک ایسا نظام ہے جو دنیا میں کہیں اور رائج نہیں۔ کہ وہ شخص جو آخری طور پر ذمہ دار ہے اس کو سارے جانے والے اپنے تاثرات لکھتے ہیں اور ان میں بداخلاقی کے تاثرات بھی ہوتے ہیں، حسن خلق کے تاثرات بھی ہوتے ہیں، عظیم کردار کی مثالیں بھی دی جاتی ہیں۔ لیکن ایک اور چیز جو ہو رہی ہے وہ کرنے والے نہیں سمجھ رہے ہوتے کہ اس کی اطلاع مل جائے گی لیکن اس کی اطلاع ملتی ہے اور اس کے لئے ہمیں کسی انٹیلی جنس نظام کی ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ جتنے واقعات ہیں، آپ سے بیان کئے ہیں، ان کو نہ نظام جماعت نے میرے سامنے رکھا، نہ کسی انٹیلی جنس نظام کو مقرر کرنے کی ضرورت پڑی۔ ہر احمدی اور بعض غیر احمدی بھی جانتے ہیں کہ براہ راست مجھے لکھنا چاہئے اور جہاں کہیں کوئی واقعہ گزر رہا ہے وہ مجھے چٹھی لکھتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ اگر تفصیلی ہر چٹھی نہ بھی پڑھ سکوں اس کے بنیادی نکات لازماً میری نظر سے گزریں گے تو خدا کے فضل سے کوئی ایسا موقع نہیں ہوتا جو قابل ذکر ہو اور میرے علم میں نہ آیا ہو۔ اس کا عمومی طور پر ساری جماعت کے سامنے ساری جماعت کے واقعات رکھ کر ان کی تربیت کا موقع مل جاتا ہے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ لوگ ایسی مثالیں لے کے جائیں گے جسے وہ لوگوں میں بیان کریں گے اور جماعت کی نیک نامی کے چرچے ہونگے لیکن بدخلقی کی کوئی مثال لے کر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے یہ بات ایک بہت ضروری سمجھانے والی بات ہے کہ کچھ عورتیں مہمان کے طور پر آتی ہیں جن کے رہن سہن، جن کی طرز بود و باش پر ہمارا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اور بعض ایسی بچیاں بھی آجاتی ہیں جنہوں نے نہ دوپٹہ پہنا ہوا، بال کٹائے ہوئے اور سنگھار پٹار کے ساتھ پورے کا پورا جوبن کے ساتھ نکلتی ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا نظام جماعت کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں، وہ بعض سہیلیوں کی درخواست پر آجاتی ہیں۔ اب ان کو اگر سختی سے سمجھائیں کہ بی بی یہ کام کرو، سر پر دوپٹہ رکھو، یہ کام نہ کرو، اس طرح سنگھار نہ کرو تو یہ خود اپنی ذات میں بداخلاقی ہے اور ہم مولویوں کی وہ جماعت تو نہیں ہیں جو خدا کے نام پر خدا کے ڈنڈے ہاتھوں میں پکڑ لیں۔ ہم تو ایک عاجزانہ فقیرانہ جماعت ہیں۔ خدا کے کام خدا کے سپرد ہیں مگر حکمت کے ساتھ، محبت کے ساتھ سمجھانا ہمارا کام ہے۔ پس ایسی خواتین جو اگر افغانستان ہوتیں تو شاید ان پر ڈنڈے پڑتے یا پتھراؤ ہو جاتا۔ وہ جب یہاں آئیں گی تو ہرگز ڈنڈے پڑیں گے نہ پتھراؤ ہو گا، نہ مردوں کو اجازت ہے کہ ان سے بات کریں۔ ان کو چاہئے کہ ان کو Mark کریں اور اپنے نظام کی معرفت لجنہ سے درخواست کرے کہ کچھ بیبیاں آپ کی ایسی دکھائی دے رہی ہیں آپ ان کو پیار سے سمجھائیں۔ اور اب جو میں خطبے میں ذکر کر رہا ہوں تو لجنہ کی ذمہ دار عورتیں بھی سن رہی ہیں اور ان ساری خواتین کو علم ہو گا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ دو باتوں کی آپ حفاظت کریں۔ اول تو یہ کہ جو بہت ہی زیادہ کھلے بدن والی اور لباس والی ہیں ان کو جلسے پر دعوت نہ دیں۔ کیونکہ آنے والے نہیں جانتے کہ یہ احمدی ہے یا غیر احمدی ہے۔ آنے والے بہت سے ایسے ہیں جو بالکل بے خبر ہیں ہمارے نظام سے۔ ان کے ہاں اگر ایک بھی ایسی نکل آئے تو وہ ساری عمر کے لئے ہمیں طعنے دیں گے بلکہ جماعت کے مختلف ملکوں سے آنے والے بھی اس بات سے بے خبر ہوتے ہیں اور بسا اوقات مجھے جا کر لکھتے ہیں کہ ہم مثلاً عرب احمدی ہیں خدا کے فضل کے ساتھ ہمارا مونہہ کا پردہ تو نہیں مگر بچیاں اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھیں، کوئی سنگھار وغیرہ نہیں کیا ہوا لیکن ہم نے وہاں ایسی عورتیں دیکھی ہیں جو اس طرح بال کٹائے ہوئے، سر سے پردے ہٹائے ہوئے اور ہر قسم کے سنگھار کے ساتھ گویا یہ تو نہیں کہا کہ دعوت دیتی ہیں مگر کہا کہ گویا وہ دعوت دیتی ہیں۔ اب میرے لئے شرمندگی کے سوا تو اور اس میں کچھ نہیں تھا مگر ان کو میں نے ساتھ یہ بھی سمجھایا کہ آپ کو کیسے پتہ لگا کہ وہ احمدی خواتین تھیں۔ اور اگر تھیں تو کیا دنیا میں ہر قسم کے لوگ شامل نہیں ہوتے۔ آپ اپنی بیویوں کو، اپنی بہنوں کو، اپنی بچیوں کو کہہ سکتے تھے کہ ان سے ملیں اور پیار کے ساتھ ان کو سمجھائیں۔ تو ٹھوکر کھانا بھی ایک جرم ہو جاتا ہے اور ٹھوکر لگانا بھی ایک جرم ہو جاتا ہے۔ تو آنے والے خاص طور پر اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ خواہ مخواہ ٹھوکریں نہ کھاتے پھریں۔ یہ جلسہ ایمان کو بڑھانے کے لئے منایا جا رہا ہے اس میں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں۔ کئی ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ٹھوکر کا سامان کرنے والے ہیں مگر اپنے نفس کی حفاظت کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ایسے لوگوں کی مثالیں دیتا ہے کہ قیامت کے دن وہ کہیں گے کہ اے خدا ان لوگوں نے ہمیں ٹھوکر لگائی، اس نے ہمیں ٹھوکر لگائی، فلاں کی وجہ سے ہم اس غلطی میں مبتلا ہوئے۔ خدا تعالیٰ ان کو یہ جواب دے گا یا فرشتے اس کی طرف سے ان کو جواب دیں گے کہ تم نے ٹھوکر کھائی کیوں؟ "لا تزر وازرة وزر اخرى" کوئی جان بھی کسی جان کی ذمہ دار قرار نہیں دی جائے گی۔ ہم نے تو ایک ایسے دن میں حاضر ہونا ہے جس میں ہر شخص کا انفرادی حساب رکھا جائے گا اور انفرادی حساب کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں آپ کے لئے ٹھوکر کھا جانا بھی ایک ایسی ٹھوکر ہے جس کے آپ ذمہ دار ہیں۔ تو آپ ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے، فلاں خاندان کا بچہ تھا اس نے یہ حرکت کی، فلاں جماعت کی یا کردار کی عورت تھی اس نے یہ حرکت کی اس لئے ہم مجبور ہیں۔ ہم جماعت سے پیچھے ہٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ ٹھوکر کھانے کی اجازت نہیں۔ لیکن ٹھوکر لگانے والوں کے لئے ایک اور مضمون ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس سے ایک شخص کو ٹھوکر لگے، بہتر تھا کہ وہ نہ پیدا ہوتا۔ پس جہاں تک ٹھوکر لگانے کا مسئلہ ہے اس کا جرم اور بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ خواہ وہ مقامی دوست ہوں خواہ باہر سے آنے والے ہوں اپنے آپ کو سنبھال کر رکھیں کہ ایسے جلسے میں شرکت کر رہے ہیں جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں میں خواہ مخواہ اپنی جماعت کو گویا کہ بڑھانے کے لئے اس کی تعریف کی خاطر نہیں کہہ رہا۔ بہت باریکی سے میں نے جلسے کے ہر انتظام کو اور شامل ہونے والوں کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایسا جلسہ دنیا میں کبھی کہیں نہیں ہوتا، نہ ہو سکتا ہے۔ اور آنے والے خود یہی کہا کرتے ہیں۔ جتنے مختلف ملکوں سے آنے والے ہیں وہ مجھے یہ بتاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم نے تو ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ خود انگلستان کے باشندے جو کسی انتظام کے ساتھ ملوث ہوتے ہیں وہ یہ کہہ کر جاتے ہیں کہ ایسا جلسہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور نہ ایسے آنے والوں کے مونہہ دیکھے ہیں۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ لمبا تجربہ رکھنے والوں نے، کہ **دنیا کے ہر ملک سے یا بڑے بڑے ممالک سے لوگ آئے لیکن ہر ایک کا کردار ایک تھا۔** پس یہ جو مرکزیت ہے یہ توحید کی نشانی، انہوں نے توحید کا استعمال نہیں کیا لیکن مقصد ان کا یہ تھا جس چیز نے ان کو متاثر کیا وہ یہ تھی، توحید ہی تھی۔ **توحید ایک آسمان پر ہے اور ایک زمین پر ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی جماعت کو یہ توفیق ملی ہے کہ دنیا میں مختلف جگہوں سے اور مختلف زبانیں بولنے والے مختلف رنگوں والے یہاں اکٹھے ہو رہے ہیں اور ہر ایک کا مرکزی کردار ایک ہے۔ ان کا چلنا پھرنا اس کے اندر ایک وقار ہے، اس کے اندر ایک شرافت ہے۔** اس کے

دیکھنے کی طرز، اس کا ہر پہلو اپنے اندر ایک نمایاں ایک ایسی مثال رکھتا ہے جو باہر دکھائی نہیں دیتی۔ پس اس بات کو آپ نے قائم رکھنا ہے اپنی مرکزیت کو۔، یعنی اللہ کے نیچے اگر انسان ایک ہو سکتا ہے تو وہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہو گا۔ اور یہ اس جلسے کی سب سے بڑی خوبی ہوتی ہے۔ ہر طرف سے آنے والا ایک دوسرے کو گلے مل رہا ہے۔ کبھی آپ نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ کسی افریقن سے گلے ملیں تو آپ اس کے رنگ دیکھ رہے ہوں اور وہ آپ کی پاکستانیت دیکھ رہا ہو۔ یہ سارے چہرے، بدن نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں، محض روحیں دکھائی دیتی ہیں۔ ہزاروں آدمیوں سے ملاقات کرتا ہوں لیکن میرے ذہن میں کسی خیال کے گوشے میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ یہ فلاں ملک کا ہے۔ اس کا ملک کا ہونا ایک تعارف کے طور پر تو ہے لیکن اس سے ملتے وقت صرف وہ پاکیزہ روح دکھائی دیتی ہے جو خدا کی بنائی ہوئی روح ہے۔ اور یاد رکھیں کہ روح کا کوئی رنگ نہیں ہوا کرتا۔ روح کا کوئی بدن نہیں، کوئی شکل نہیں۔ روح ہر انسان کی ایک ہے۔ اور اس ایک روح کا جب ہم سب روحوں کی اکٹھی بات کرتے ہیں تو اس ایک روح کا عالمیت اختیار کر جانا اور توحید کے نیچے واقعتاً ایک ہو جانا یہ توحید کی علمبرداری ہے۔ ورنہ نعرہ ہائے تکبیر سے توحید کی علمبرداری نہیں ہوتی۔ آپ بحیثیت جماعت توحید کے علمبردار اس وقت بنیں گے جب آپ دنیا میں خدا کے نیچے خدا کی روحوں کو ایک کر دیں گے اور ان کے رنگ اڑا دیں گے، ان کی نسلیں جو خواہ مخواہ چمٹی ہوئی ہیں وہ ان کے ساتھ اس طرح مل مل کے اتاریں گے جس طرح مائیں بچوں کی میل اتارتی ہیں اور امر واقع یہ ہے کہ یہ کام ہمیں کرنا ہے۔ بہت سے ملکوں میں ان روحوں کے ساتھ کچھ گندگیاں لپٹ گئی ہیں، کچھ کپڑے چمٹے ہوئے ہیں، کچھ رنگ چمٹے ہوئے ہیں جو روحوں کے اپنے نہیں ہیں۔ اگر انگلستان میں کسی شخص کو اپنی روح سفید دکھائی دے رہی ہے تو اس کی بیوقوفی ہے۔ اس کا رنگ سفید ہو گا، اس کی روح کا تو وہی رنگ ہے جو افریقن روحوں کا ہے یا چینی روحوں کا ہے یا جاپانی روحوں کا ہے۔ روح ایک ہی چیز ہے اور یہی روحیں ہیں جو واپس لوٹیں گی۔ یہی روحیں ہیں جو اپنے خدا کے حضور حاضر ہونگی۔ کیونکہ ان روحوں کے ساتھ پلیدگیاں مل دی گئی ہیں، آلودہ کر دیا گیا ہے ان کو، اس لئے جماعت کے کاموں میں سے ایک بڑا کام یہ ہے کہ ان سب روحوں کو صاف کر کے بے ملک بنا دیں، بے نسل بنا دیں اور بے رنگ بنا دیں، ان معنوں میں کہ جو رنگ رہ جائے باقی وہ صرف اللہ کا رنگ ہو گا۔ روح جیسے اللہ سے ایک تعلق رکھتی ہے ویسے ہی دنیا میں ہماری روحیں خدا سے متعلق ہو کر اس کی توحید کا مظہر بن جائیں۔ یہ وہ پیغام ہے جو میں گزشتہ کچھ عرصہ سے جماعتوں کو بار بار دے رہا ہوں۔

جہاں بھی میں دورے پر جاتا ہوں وہاں اس بات پر اصرار کرتا ہوں کہ اپنی روحوں کو عالمی روح بناؤ اور روح ہے ہی عالمی۔ خدا نے اسے عالمی بنایا تھا۔ انسانوں نے اس کو ملوث کر دیا، انسانوں نے اسے گندا کردیا، انسانوں نے اسے شخصیتیں عطا کیں جو اس کی شخصیت نہیں ہیں۔ روح تو اللہ کے لئے صاف ہو جانے کا نام ہے اور پھر خدا کے رنگ ایسی روح پر چڑھتے ہیں اور خدا کے رنگ عالمی ہیں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے رنگ کسی ایک ملک سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ خدا کی تمام صفات عالمی ہیں اور وہ روحیں جن پر مقامی رنگ چڑھے ہوئے ہوں ان پر عالمی رنگ نہیں چڑھا کرتے اس لئے اس کو صاف کرنا بھی اس جلسے پر ہمارا کام ہے۔ آپ جب ایک دوسرے سے ملیں ایک دوسرے سے تعلق رکھیں تو اس مرکزی حیثیت کو کبھی نہ بھولیں۔ ہم سب ایک ہیں اور یہ ایک ہونا غیروں نے بھی محسوس کیا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جماعت احمدیہ کی صداقت کا ایک نشان بن کر ابھرتا ہے، اسے اور بھی زیادہ چمکائیں۔ اس موقعہ پر بنگالی، پاکستانی، ہندوستانی، انگریز، جاپانی، چینی، امریکن یہ سارے نام باہر کے لیبل بن جائیں لیکن روحوں کے رنگ نہ بنیں۔ اور جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ صرف تعارف کی حیثیت سے یہ نام لئے جائیں۔ مگر روحیں حقیقتاً نہ امریکن ہیں نہ جاپانی نہ چینی۔ جب وہ مریں گی تو ان کی ساری نیشنلٹیز، ساری دنیاوی شخصیات پیچھے رہ جائیں گی۔ وہ اکیلی ہی جائیں گی ان کے ساتھ کوئی بھی شخصیت وابستہ نہیں ہو گی۔ پس اس پہلو سے ان کو خدا کے رنگ دلانا یہ ہمارا کام ہے۔ اس کے علاوہ جو بہت سی باتیں تھیں مگر مختلف جلسوں پر کبھی ایک یاد آ جاتی کبھی دوسری مگر ایک بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے اور وہ آخر پر میں ضرور کیا کرتا ہوں کہ عبادت کو ترجیح دیں، عبادت کو اہمیت دیں۔ جلسہ عبادت کرنے والوں کا جلسہ ہے۔ جلسہ اس مقصد کی خاطر ہے کہ خدا کے بندے خدا کے ہو جائیں جو عبادت کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ جو روح والی بات میں کہہ رہا ہوں اس کو صاف کرنے کا ایک ہی طریق ہے۔ جب آپ عبادت پر زور دیتے ہیں تو آپ کا تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نہ ٹھوکر لگانے والے رہتے ہیں، نہ ٹھوکر کھانے والے ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگ نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ میں جانتا ہوں ایسے لوگوں کو جن کے اوپر کسی پاکستانی نے زیادتی کی ہے وہ ہیں کہیں اور کے رہنے والے۔ وہ کبھی بھی یہ نہیں دیکھیں گے کہ پاکستانی نے ہم سے زیادتی کی ہے، پاکستانی ہیں ہی گندے لوگ۔ وہ یہ سمجھے گا کہ ایک احمدی نے مجھ سے زیادتی کی ہے اور وہ احمدی کی زیادتی کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرے گا مگر دور نہیں ہٹے گا۔ ایسے موقع پر بعض لوگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم سے فلاں نے یہ زیادتی کی ہے اور ہم اس کو سمجھاتے ہیں مگر نفرت نہیں کرتے۔ آپ بھی ان کو سمجھائیں کہ وہ اپنے اخلاق کی حفاظت کریں۔ لیکن ایسا آدمی جماعت سے دور ہٹ نہیں سکتا۔ اس لئے نہیں ہٹ سکتا کہ وہ خدا کا ہو چکا ہوتا ہے۔ جو شخص بھی عبادت کے ذریعہ اپنے رب کا ہو جائے اسے دنیا کا کوئی انسان بھی دھکا دے کر باہر نہیں کر سکتا۔ یہ اس کی استقامت ہے۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ "ربنا اللہ" کہہ کر پھر استقامت اختیار کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر فرشتے اترتے ہیں۔ ایسے ہی وہ لوگ ہیں جن پر اس دنیا میں بھی اگلی دنیا کے رموز کھولے جاتے ہیں۔ ان کو کہا جاتا ہے کہ ہم اس دنیا میں بھی تمہارے ساتھ ہیں، اس دنیا میں بھی تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اور یہ لوگ ہر قسم کی ٹھوکر اور ابتلا سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو اس دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیا کا انسان بن جائے اسے کوئی دنیا کی چیز ٹھوکر نہیں لگا سکتی۔ اسے خدا سے دور کرنے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا تبھی اس دنیا میں ان سے یہ باتیں شروع ہو جاتی ہیں کہ تم تو عالم بقا کے رہنے والے ہو۔ اب تم اس دنیا میں نہیں رہے کیونکہ تم نے استقامت دکھائی ہے اور استقامت کا یہی مفہوم ہے کہ خدا سے ان کو کبھی بھی دھکیل کر پرے نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا جتنا چاہے زور لگائے، جتنے چاہے جھکڑ چلائے، ان کے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ وہ ہمیشہ خدا کے رہیں گے۔ کیونکہ اللہ ان کا ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں بھی ان کا ہو جاتا ہے، ان سے کلام کرتا ہے۔ اگلی دنیا کی باتیں اس دنیا میں ان سے شروع ہو جاتی ہیں۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ یہ استقامت دکھائیں گے اور دنیا میں یہ استقامت پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ ہمارا اصل مقصد تو یہی استقامت پیدا کرنا ہی ہے۔ ساری دنیا میں جماعت احمدیہ ایک خوشخبری دینے والی جماعت تب بن سکتی ہے اگر وہ اپنی ذات کو یہ خوشخبریاں دے کہ ہم خدا کے ہو چکے ہیں۔ اور اگر وہ اپنی ذات کو یہ خوشخبریاں دے کہ ہم خدا کے ہو چکے ہیں تو پھر ساری دنیا کو وہ خوشخبری دینے کے اہل بنیں گے۔ خدا کی نگاہ میں وہی نمائندہ ہیں، وہی توحید کے علمبردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں کی توفیق عطا فرمائے۔ جو باتیں کہنی چاہئے تھیں اور نہیں کہہ سکا پچھلے جمعوں میں یعنی گزشتہ سالوں کے جمعوں میں وہ کہتا رہا ہوں۔ جہاں تک آپ کا ذہن آپ کا ساتھ دے ان سب باتوں کو بھی یاد رکھیں اور اس جلسہ کو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انتہائی کامیاب جلسہ بنانے کی کوشش کریں۔

بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن

A.S. BINNING
Import - Export, Textil - Großhandel
Inh.: Avtar Singh Binning
Lager
Frankenstraße 10 - 20097 Hamburg
(S-Bahn Hammerbrook)
Telefon 040 / 236 95 79 + 23 38 39
Fax 040 / 236 95 80 Tel. privat 040 / 299 53 34

C.K ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOOD FURNITURE
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)

GURANTED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
Soniky
HAWAI
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD
34, A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA -15

بقیہ - مدر ٹریسا

صوفیا اور بلغاریہ کی فابیولا شامل تھیں برطانیہ کی ملکہ کی نمائندگی ڈچس آف کینٹ اور نائب پردھان منتری جان پریسکوٹ نے کی ۲۵۰ سے بھی زائد غیر ممالک کی شخصیتوں میں نیدرلینڈ کے سابق پردھان منتری پروفیسر آر لوبرز بھی شامل تھے۔ جنہوں نے مدر ٹریسا کی اعلیٰ انسانی خدمات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اظہار تعزیت کیا اور آخری اور دعائیہ رسومات میں شریک ہوئیں آخری رسومات کے بعد ان کے جسم خاکی کو مدر کے گھر میں جہاں وہ ۴۰ برسوں سے رہ رہی تھیں اور جو چیرٹی مشنریوں کا عالمی ہیڈ کوارٹر ہے میں ہی گراؤنڈ فلور ہال کے اندر دفن کیا گیا مدر نے کلکتہ میں ہی دفنائے جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ تقریب دعائیہ کی قیادت و ٹیکن کے سیکرٹری آف سٹیٹ پوپ کے نمائندہ کارڈینل اے سوڈانو نے کی علاوہ اس نمائندگی کے کئی ممالک کے سرکردہ و عالمی لیڈروں نے تعزیتی پیغامات ارسال کئے اور اظہار افسوس کیا۔ پردھان منتری آئی کے گجرال اپنی اہلیہ اور بیٹے کے ساتھ تھامس چرچ گئے اور مدر کی لاش پر پھول مالائیں چڑھائیں اور دوبار لاش کے گرد چکر لگائے۔

صدر امریکہ بل کلنٹن نے کہا کہ مدر کی موت سے ہم نے اپنے زمانہ کی ایک بڑے قد کی شخصیت کھودی ہے۔ امریکی ایوان نمائندگان نے مدر کی یاد میں ایک منٹ خاموشی اختیار کی۔ ملک بھر کے مختلف مقامات سے مدر کی وفات پر تعزیتی پیغام ارسال کئے گئے اور جلسوں میں ان کی اعلیٰ خدمات کا ذکر کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا۔

مدر ٹریسا مشرقی یوگوسلاویہ میں ۲۷ر مئی ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئی ۱۹۲۸ء میں آئرلینڈ میں عیسائی ننوں کی تنظیموں لوریٹو سسٹرز کے ساتھ جڑیں۔ ۶ر جنوری ۱۹۲۹ء کو کلکتہ کے کانوینٹ سکول میں مذہبی تعلیم اور جغرافیہ پڑھانے کیلئے آئیں بھارت میں قیام کے دوران یہاں کی غریبی یتیم بچوں لاچاروں کوڑھ کے مریضوں کے درد کو نزدیک سے جانا اور محسوس کیا ۱۰ ستمبر ۱۹۴۶ء کو دار جلنگ جاتے ہوئے "انسانیت کی خدمت کیلئے کام کرنے کی آپ کے دل میں تحریک ہوئی۔ ۱۹۴۸ء میں آپ نے بھارت کی شہریت اختیار کرلی۔ انسانیت کی خدمت کیلئے لوریٹو کانوینٹ سے ریٹائر کرنے کی درخواست کی۔

۱۹۵۰ء میں اپنی تنظیم "مشنریز آف چیرٹی ہوم" قائم کیا جہاں اپنی زندگی کے آخری سانس تک رہیں۔ جہاں کلکتہ میں یتیم بچوں لاچار عورتوں اور مردوں مریضوں کوڑھ کے مریضوں اور ذہنی طور پر معذور بچوں کی دیکھ بھال کیلئے چیرٹی ہوم قائم کیا وہیں ملک کے مختلف حصوں میں بھی ان کی تنظیم نے ایسے کئی خدمت کے مراکز قائم کئے۔

آج دنیا کے تقریباً ۱۲۵ ممالک میں ان کی تنظیم کے ۵۶۸ ایسے خدمت کے مراکز چل رہے ہیں جن میں چیری ٹیبل ڈسپنسریاں سکول، کوڑھ کے مریضوں کیلئے گھر ہسپتال ٹی بی کلینک یتیموں اور ذہنی معذوروں اور کمزور بچوں کیلئے چائلڈ ہوم وڈرگ ایڈیکٹس کیلئے ہسپتال وغیرہ ہیں بوڑھوں اور بزرگوں کیلئے پاک دل (سیکرڈ ہارٹس) نامی گھروں کو قائم کیا مدر کی طرف سے قائم اس تنظیم کی تمام دنیا میں ۴۰۰۰ سے زیادہ ممبر دکھی انسانیت کی خدمت ذات پات اونچ نیچ کا امتیاز کئے بغیر کام کر رہے ہیں انہوں نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء میں مشنری برادرز آف چیرٹی اور ۱۹۶۹ء میں "انٹرنیشنل کوورکرز آف مدر ٹریسا تنظیمیں قائم کیں۔ انہیں مختلف مواقع پر بین الاقوامی ایوارڈوں کا اعزاز دیا گیا۔

۱۹۶۲ء میں پدم شری اور ریمن میگاسے سے ایوارڈ۔ ۱۹۷۱ء میں پوپ جان XXIII امن ایوارڈ اور کینیڈی انٹرنیشنل ایوارڈ ۱۹۷۲ء میں جواہر لال نہرو ایوارڈ ۱۹۷۳ میں ٹیمپلٹن فونڈیشن ایوارڈ ۱۹۷۵ء میں البرٹ سوائٹزر ایوارڈ ۱۹۷۸ء میں آرڈر آف برٹش ایمپائر ایوارڈ ۱۹۷۹ء میں نوبل امن پرائز ۱۹۸۰ء میں بھارت رتن۔ ۱۹۸۱ء میں آرڈر آف میرٹ ۱۹۹۳ میں راجیو گاندھی سد بھاؤنا ایوارڈ دئے گئے۔ امریکہ کی تاریخ میں وہ ان پانچ خصوصی شخصیتوں میں سے ایک تھیں جنہیں امریکہ کی آنریری شہریت دی گئی تھی۔

(روزنامہ ہند سماچار جالندھر)

دنیا بھر کے بہت سے ممالک کے سربراہوں سیاسی و مذہبی لیڈروں نے ان کی وفات کو انسانیت کا ناقابل تلافی نقصان بتایا۔ تمام دنیا کے گرجوں اور دوسری مذہبی جگہوں میں ان کی روح کی تسکین کیلئے دعائیں کی گئیں۔

اپنے بڑھاپے اور بیماری کو دیکھتے ہوئے انہیں احساس ہو گیا تھا کہ اب زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکیں گی اس لئے انہوں نے ۱۳ر مارچ کو اپنی تنظیم کا چارج اپنی جانشین ۶۲ سالہ سسٹر نرملا کو سونپ دیا کچھ لوگوں کی طرف سے شروع شروع میں ان کے کاموں کو لے کر مخالفت بھی ہوئی اور ان کے کاموں کو غریبوں کا مذہب تبدیل کرانے کی کوشش بتائی گئی لیکن مدر کی طرف سے جس طرح بغیر کسی مذہبی امتیاز کے لوگوں کی خدمت کی جاتی رہی اس سے ان کے تئیں یہ مخالفت بھی ختم ہوتی چلی گئی۔ آج ساری دنیا کی طرف سے انہیں امن کا فرشتہ غریبوں کا مسیحا کے طور پر یاد کیا جا رہا ہے اور آنسوؤں سے بھرے جذبات کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں۔ تیسری دنیا کے سائنسدانوں کے مسیحا نوبل انعام یافتہ پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب قریباً گیارہ ماہ قبل ۲۱ر نومبر ۱۹۹۶ء کو ۷۰ سال کی عمر میں لندن میں وفات پا گئے۔ مرحوم نے ڈھیروں بین الاقوامی ایوارڈز و اعزاز حاصل کئے اور تمام ایوارڈوں کو ساتھ کے ساتھ ہی سائنس کی خدمت کرنے والے غریب طلباء کیلئے وقف کر دیا۔ اسی طرح پانچ براعظموں کی مختلف یونیورسٹیوں کی طرف سے سائنس میں ۴۰ ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں ملیں متعدد سوسائٹیوں کی طرف سے فیلوشپ بھی پائی اور سائنس کی دنیا کے آسمان پر ایک روشن ستارہ بن کر چمکے آپ کئی سو سال میں واحد مسلمان فقید المثال سائنس دان تھے۔ مرحوم کو بھی ۱۹۷۹ میں تھیوری آف یونیفکیشن پر نوبل انعام ملا۔ ۱۹۸۱ء میں ایٹم برائے امن کا انعام ملا۔ آپ نے سائنس کے میدان میں انقلاب پیدا کیا۔ ۳۱ سال کی عمر میں امپیریل کالج لندن میں پروفیسر بنائے گئے آپ تمام انعامات غریب طالب علموں کی تعلیم کیلئے صرف کرتے رہے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک کے سائنس دانوں کی اعلیٰ علمی ترقی کیلئے آپ نے اٹلی میں ایک اکیڈمی قائم کی جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی عزت و مرتبہ کا یہ حال تھا کہ اگر کہیں کانفرنس ہو رہی ہوتی جس میں روس امریکہ اور دیگر ممالک کے چوٹی کے سائنسدان شریک ہوتے اور آپ بعد میں کانفرنس ہال میں داخل ہوتے تو سارے لوگ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔

مرحوم ڈاکٹر صاحب ۱۹۲۶ء کو جھنگ کے ایک گاؤں میں ایک غریب گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ خدا کے خاص فضل اور اپنی خداداد طاقتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ترقیات کے اعلیٰ مدارج حاصل کئے۔ ۱۹۸۹ء میں انہیں ملکہ برطانیہ نے آنریری نائٹ آف برٹش امپائر بنایا۔ ۱۹۵۹ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے ستارۂ پاکستان اور پرائڈ آف پرفارمنس دئے گئے۔ ۱۹۶۴ء میں تریسٹ اٹلی میں تھیورٹیکل فزکس انٹرنیشنل سنٹر قائم ہوا تو آپ اس کے ڈائریکٹر ہو گئے۔ ۴۲ سال برطانیہ میں رہنے کے باوجود آپ نے برطانیہ کی شہریت نہ لی اور پاکستانی شہریت کو برقرار رکھا اور یہ وصیت کی تھی کہ آبائی وطن پاکستان میں ہی دفن کیا جائے۔ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند نے بھی انہیں بھارتی شہریت پیش کی۔

جب پاکستان کے ارباب حکومت نے محض احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کی تجاویز کو ٹھکرا دیا تو آپ نے پاکستان سے باہر رہ کر اپنے عظیم بین الاقوامی سنٹر انٹرنیشنل سنٹر فار تھیورٹیکل فزکس کے ذریعہ دنیا کے تمام پسماندہ ممالک کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا اور اس کے ذریعہ آپ نے تیس سالوں میں ترقی پذیر ممالک کے سینکڑوں سائنسدانوں کو بلا لحاظ مذہب و ملت تربیت دی۔ اور تمام عمر سائنس کے میدان میں توحید اور دنیا کے امن و سلامتی کی خاطر کام کرتے رہے۔ اور آپ کے ادارے سے دنیا کے سائنسدان علم کی پیاس بجھاتے اور واپس جا کر اپنے ممالک کی تعمیر و ترقی میں لگ جاتے۔ آپ کے ادارے نے ۱۹۷۰ تا ۱۹۸۵ء پندرہ سالوں میں ۱۰۷ ممالک کے ۱۷۰ ماہر سائنسدان تیار کئے۔ آپ کی مصروف ترین زندگی اور عظیم کامیابیوں اور کارناموں کی تفصیل بہت طویل ہے جس کو بیان کرنا اس وقت میرا مقصد نہیں۔ بلکہ اس درد کا اظہار کرنا ہے جو انصاف کا خون کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب نے اپنی ساری زندگی بنی نوع انسان کی خدمت و بھلائی میں گزاری اور ایسے ایسے عظیم الشان کارہائے نمایاں انجام دئے جو نہ صرف زندہ رہیں گے بلکہ آنے والی سائنسی دنیا کیلئے آب حیات کا کام دیں گے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اس نابغۂ روزگار کیلئے عقیدہ کے اختلاف کے باعث اس کے اپنے ملک میں عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا اسے دیار غیر میں جلاوطنی کی زندگی گزارنی پڑی۔ اسے کافر قرار دیا گیا اور ہر ناواجب سلوک اس کے ساتھ ہوا۔ مذہب سے تعصب کی بنا پر آپ کی تمام تر بیش قیمت تجاویز اور پیشکشوں کو ٹھکرا دیا گیا۔

بی بی سی نے اپنے ایک تبصرہ میں مرحوم کی وفات پر ان کی کامیابیوں اور خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ پوری دنیا میں فزکس کے غیر متنازعہ سکالر سمجھے جاتے تھے نوبل پرائز کے علاوہ طبیعات کے میدان میں ڈاکٹر صاحب نے دس اور بڑے اعزاز و انعام حاصل کئے ڈاکٹر سلام کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنسز اور تھرڈ ورلڈ نیٹ ورک سائنٹیفک آرگنائزیشن کا قیام ہے۔ ان اداروں میں ۲۰۰ سے زائد دنیا کے سائنسدان شامل ہیں جن میں سے ۱۰ نوبل انعام یافتہ بھی ہیں تیسری دنیا کے ۴۲ ملک ان کے ممبر ہیں۔ ان کی کوششوں سے قائم کردہ I.C.T.P کا ادارہ ہے اس سے پچاس ہزار ریسرچ سکالر اب تک فیضیاب ہو چکے ہیں۔ پاکستان کے صدر لغاری اور وزیر اعظم معراج خالد نے اپنے بیانات میں پروفیسر سلام کی موت پر غم کا اظہار کیا ہے۔ (سیر بین ۲۱ نومبر ۹۶ء)

ڈاکٹر سلام کی رحلت پر روزنامہ فرنٹیر پوسٹ نے اداریہ میں آپ کی اعلیٰ خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو سائنس اور خاص طور پر فزکس کیلئے وقف کر رکھا تھا اس کے علاوہ ان کی زندگی میں اور کوئی بھی چیز اہمیت نہیں رکھتی تھی تاہم ان کو ایک اور چیز سے بھی بہت محبت تھی اور وہ تھا پاکستان لیکن زندگی کے آخری حصے میں وہ اس بات پر غمزدہ رہنے لگے تھے کہ وہ اپنے ہم وطنوں سے وہ عزت اور قدر افزائی حاصل نہیں کر سکے جو انہیں باقی دنیا سے ملی ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے پاکستان کے علماء انکی عظیم الشان کامیابیوں سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔

ڈاکٹر سلام کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ان کا ایک اور عظیم ورثہ اٹلی میں واقع تھیورٹیکل فزکس کا انٹرنیشنل سنٹر ہے جس میں ترقی پذیر ممالک کے تقریباً ایک ہزار سائنسدان ہر سال ٹریننگ کیلئے آتے ہیں آگے جا کر اخبار لکھتا ہے کہ ان کو پاکستان میں ان کی وصیت کے مطابق دفن کیا جا رہا ہے اب یہ دیکھنے والی بات.

ہے کہ ان کے ہم وطن ان کی وفات کے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہیں ہمیں ان کے سلسلے میں اپنی ماضی میں کی گئی غلطیوں کا مداوا کرنا چاہئے۔ (دی فرنٹیئر پوسٹ ہفتہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۶ء)

افسوس صد افسوس جب آپ کی نعش بذریعہ جہاز لاہور ایئرپورٹ پر پہنچی تو حکومت پاکستان یا صوبہ پنجاب کی طرف سے کوئی نمائندہ جسد خاکی کے استقبال کیلئے حاضر نہ تھا۔ تاہم مقامی انتظامیہ کے اہل کار کمشنر صاحب لاہور، S.S.P لاہور اور محترم منیر احمد خان صاحب سابق چیئرمین پاکستان اٹامک انرجی کمیشن موجود تھے پولیس کی بڑی نفری بھی موجود تھی پنجاب یونیورسٹی اور گورنمنٹ کالج کے بہت سے پروفیسر صاحبان اور تقریباً تمام اخبارات کے رپورٹر آئے ہوئے تھے۔ ۲۲ نومبر کو مسجد فضل لندن میں جمعہ کے بعد امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ پڑھایا لندن میں موجود کثیر تعداد میں احمدیوں نے شرکت کی۔

حضور نے جمعہ کے بعد مسجد سے باہر تشریف لا کر ڈاکٹر صاحب کا چہرہ آخری بار دیکھا ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دعا کی جنازہ پڑھایا اور جنازہ کو کندھا دے کر وین تک لے گئے ڈاکٹر صاحب کے جنازہ کی کارروائی M.T.A انٹرنیشنل پر لائیو دکھائی گئی۔ محترم ڈاکٹر صاحب کا جسد خاکی لندن سے پی آئی اے کی پرواز کے ذریعہ اتوار کی صبح لاہور لایا گیا ساڑھے نو بجے اہل پاکستان کے حوالے کیا گیا۔ صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے دو نمائندے محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر امور خارجہ محترم ملک خالد مسعود صاحب ناظر امور عامہ کے علاوہ امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب اور دیگر احباب لاہور نے جنازہ وصول کیا۔ ۱۰ بجے جنازہ دارالذکر لاہور لایا گیا۔ دارالذکر میں جنازہ تہہ خانہ میں رکھا گیا جہاں قریباً چھ ہزار احباب نے آخری دیدار کیا۔ ظہر کے بعد امیر صاحب لاہور نے جنازہ پڑھایا جس میں بہت سے غیر احمدی بھی شریک ہوئے۔ پونے تین بجے ۲۵۔۳۰ گاڑیوں پر مشتمل قافلہ بذریعہ موٹر ربوہ کیلئے روانہ ہوا۔ جنازہ کے قافلہ کے ساتھ پولیس کی تین اسکارٹ گاڑیاں تھیں جب قافلہ ربوہ پہنچا تو جنازے کی گاڑی کے آگے سات گاڑیاں تھیں جن میں ایک پولیس وین تھی۔ جس پر لائٹ جل بجھ رہی تھی ایک کھلی جیپ میں کئی ویڈیو بنانے والے اور فوٹو گرافر سوار تھے۔ شام سات بجے جنازہ ربوہ پہنچا۔ جہاں اہل ربوہ کی بھاری تعداد سڑک کے دونوں طرف کھڑی اپنے ہیرو کے استقبال کیلئے چشم براہ تھی۔ جنازہ دارالضیافت کے غربی گیٹ پر پہنچا جہاں جماعت کی متعدد سرکردہ شخصیتوں نے جسد خاکی کا خیر مقدم کیا۔ سات بجکر دس منٹ پر تابوت کو گاڑی سے نکال کر بیوں کیلئے مخصوص کمرے میں رکھا گیا جہاں محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ ربوہ تشریف لائے اور آخری دیدار کیا۔ جسد خاکی لکڑی کے ایک چوڑے تابوت میں بند تھا جس میں چہرے کے مقام پر ایک شیشہ لگا ہوا تھا جس میں ڈاکٹر صاحب کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ ربوہ اور اطراف کے قریباً پانچ ہزار افراد نے ڈاکٹر صاحب کا آخری دیدار کیا۔

۲۵ نومبر ۹۶ء کو محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے احاطہ لجنہ کے وسیع میدان میں جنازہ پڑھایا۔ ۲۵ ہزار سے زائد افراد نے جنازہ و تدفین میں شرکت کی جنازہ کے بعد نعش کو کندھوں پر اٹھا کر بہشتی مقبرہ پہنچایا گیا جہاں دن کے ساڑھے گیارہ بجے قطعہ نمبر ۱۲ میں جہاں آپ کے والدین کی قبریں ہیں دفن کیا گیا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶ نومبر ۱۹۹۶ء)

تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو ان کے اپنے وطن پاکستان میں باوجود مسلمان ہونے کے عقیدہ کے اختلاف کے باعث کیا کچھ مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی اعلیٰ خدمات کو جو دنیا بھر کیلئے کی گئی تھیں جن سے ملک کا نام روشن ہوا یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ دوسری طرف حکومت ہند کی فراخ دلی اور قدر شناسی ملاحظہ کریں کہ باوجود سراسر مذہبی اختلاف کے "مدر ٹریسا" کو کس قدر قدر و منزلت اور عزت عطا کی گئی نہ صرف ان کی زندگی میں ان کی قدر کی گئی بلکہ مرنے کے بعد بھی عزت و تکریم ہوئی کیوں نہ ہوتی آپ نے دکھی انسانیت کی خدمت میں ساری زندگی گزار دی اور آپ کی تکریم کرنا قدر شناسوں کا فرض تھا۔ جو انہوں نے بخوبی ادا کیا خدا کرے تعصب کرنے والی آنکھیں اس واقعہ سے کھل جائیں اور وہ بھی عبرت حاصل کریں۔

ہمیں کوئی غم نہیں ڈاکٹر سلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے پہلے ہی سلام بنا دیا زندگی بھر سلام سے وابستہ رہے اور مرنے کے بعد سلامتی کے گھر میں ہمیشہ کیلئے داخل ہوگئے۔ آپ کو جو حضرت امیر المومنین نے اپنے خطبہ جمعہ میں خراج تحسین پیش کیا ہے دنیا بھر کے اعزازات اور خراج عقیدت سے عظیم اور محبوب ترین ہے اور کسی اعزاز و تعریف کی ضرورت باقی نہیں۔ (قریشی محمد فضل اللہ)

ریڈیو بائرن کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ

۱۳ مئی ۱۹۹۷ء کو Mrs. Birgit نے Baycrischer Rund Funk کے لئے ہماری ریجنل مبلغ سلسلہ مکرم لئیق احمد صاحب منیر اور صدر لجنہ اماء اللہ کا انٹرویو لیا اور اسلام کے بارے میں مختلف سوالات کئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ انٹرویو ۱۸ مئی کو بروز اتوار ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر ہوا اور اسطرح احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا تعارف میونخ میں کروایا گیا۔ (از الفضل انٹرنیشنل)

سوامی پریمانند کو سزائے عمر قید

پدوکوٹی ۲۰ / اگست سوامی پریمانند کو اپنے آشرم میں مریدوں کو قتل کرنے اور ان کے ساتھ بد فعلی جیسے سنگین معاملوں میں ایک ساتھ دو سزائیں سنائی گئی ہیں۔ ضلع جج سوشری بھانومتی نے سوامی پریمانند کو ایک سال کی قید بامشقت کی سزا اور چھیاسٹھ لاکھ چار ہزار روپے کے جرمانے کی سزا سنائی ہے۔ جرمانہ نہ بھرنے کی صورت میں بتیس سال کی سزا بھگتنی ہوگی۔ جج نے کہا کہ یہ دونوں سزائیں ایک ساتھ لاگو ہوں گی۔

سوامی پریمانند پر الزام ہے کہ اس نے آشرم کے تیرہ مریدوں کے ساتھ بد فعلی کی دو کو زدو کوب کیا اور ایک انجینئر روی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جج نے بد فعلی کی سازش رچنے اور ثبوت کو برباد کرنے کے الزام میں دس دیگر لوگوں کو ملزم پایا۔ پریمانند کے قریبی معاون کملانند کو سزائے عمر قید اور بارہ ہزار روپے کا جرمانہ کیا گیا۔ کملانند کی بیوی ڈاکٹر چندرادیوی کو اس سازش کی شکار عورتوں کے اسقاط کرنے کے جرم میں دو سال سات مہینے قید کی سزا سنائی گئی۔ چندرا دیوی کی قید کی سزا پوری ہوگئی تھی اس لئے اسے جرمانے کے طور پر تیس ہزار روپے ادا کرنے ہوں گے۔

جج نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ساتوں ملزموں سے جرمانے کی صورت میں حاصل ہونے والی رقم میں سے زیادتی کی شکار تیرہ عورتوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے معاوضے کے طور پر دے جائیں۔ آشرم میں مختلف دوسرے جرم میں ملوث چار دیگر ملزمون۔ بالن۔ مائل۔ واگناں۔ نند کمار اور ستیش کو عمر قید کی سزائیں سنائی گئی ہیں۔

اخبار آج نئی دہلی ۹۷-۹-۲۱

اسلامک کیفے

FREISING میں تبلیغی میٹنگ

اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ۶ مئی ۱۹۹۷ء Freisinger Freuentreff نے میونخ ریجن کی ممبرات کو خاص طور پر دعوت دی۔ اس نشست کا انتظام Mrs. Helga Deckert نے کیا جو اس سے پہلے ہماری چند تبلیغی نشستوں میں آچکی ہیں وہ اس Verein کی ممبر ہیں۔ اس میٹنگ میں انہوں نے صدر لجنہ میونخ کے ساتھ ۱۰ ممبرات لجنہ کو مدعو کیا۔ اس کے علاوہ ۴۵ خواتین جن میں زیادہ جرمن، افغانی، انڈین اور بوسنین تھیں، شامل ہوئیں۔ Mrs. Helga نے اس میٹنگ کو "Islamische Cafe" کا نام دیا اور دروازے پر بورڈ بھی اسی نام سے لگایا گیا۔

۸ بجے شام چیئرمین Mrs. Roberta نے پروگرام کا آغاز کیا اور شامل ہونے والی خواتین کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد صدر لجنہ اماء اللہ میونخ کو دعوت دی کہ وہ اسلام کا تعارف کروائیں۔ صدر لجنہ اماء اللہ محترمہ لمۃ النصیر طارق نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا مدلل تعارف کروایا۔ اس کے ساتھ ہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جن میں سے زیادہ تر اسلام میں عورت کا مقام؟ کیا اسلام میں عورت کو تعلیم اور کام کی اجازت ہے اگر ایسا ہے تو افغانستان میں کیوں منع ہے؟ طلاق کا طریقہ؟ پاکستان میں جماعت احمدیہ کو کیوں تنگ کیا جاتا ہے؟ سوالات کے مناسب جوابات دیئے گئے۔ میٹنگ بہت دلچسپ رہی مگر وقت کم تھا۔ آخر میں Mrs. Roberta نے بھی اس چیز کو محسوس کیا کہ وقت کم ہے۔ ہمیں سال میں دو تین دفعہ ایسا پروگرام کرنا چاہئے لہٰذا اگلا پروگرام نومبر میں رکھا گیا۔ اس پروگرام میں اخباری نمائندہ بھی آئی تھیں۔ "Freisinger Tagblaat" اخبار میں خبر شائع ہوئی۔ اخباری نمائندہ نے جرمن کتاب Islam 99 اپنے لئے اور اپنی لائبریری کیلئے بھی لی۔ تقریباً ۲۲ کتب مفت تقسیم کی گئیں۔ آخر میں چائے کا انتظام تھا۔ ممبرات لجنہ پاکستانی ڈشز سموسے، لڈو بنا کر لائیں تھیں، اسی طرح جرمن خواتین بھی چند ڈشز بنا کر لائیں۔ یوں خوشگوار ماحول میں یہ پروگرام دس بجکر ۴۵ منٹ پر اختتام پذیر ہوا۔ اور اسلام کے بارے میں نہایت اچھا تاثر لے کر خواتین رخصت ہوئیں۔

(رپورٹ: لمۃ النصیر، صدر لجنہ اماء اللہ میونخ از اخبار الفضل)

بقیہ یہ ہومیو پیتھک

نیٹرم کارب کے مریض کا معدہ بہت حساس ہوتا ہے اور چھونے سے متورم محسوس ہوتا ہے۔ ٹھنڈا پانی پینے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔ صبح ۵ بجے بھوک محسوس ہوتی ہے نظام ہضم بہت کمزور پڑ جاتا ہے 'کھانا کھانے کے بعد ادای کا دورہ پڑتا ہے' منہ کا ذائقہ کڑوا محسوس ہوتا ہے۔ دودھ پینے سے اسہال شروع ہو جاتے ہیں یکایک حاجت محسوس ہوتی ہے۔

نیٹرم کارب کی ایک علامت یہ ہے کہ خشک کھانسی ہوتی ہے جو گرم کمرہ میں داخل ہونے سے بڑھ جاتی ہے اور سینے میں بائیں جانب سردی کے احساس کے ساتھ بھی کھانسی میں اضافہ ہو جاتا ہے رات کو بائیں جانب لیٹنے سے اور سیڑھیاں چڑھنے سے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مریض صبح بہت جلد اٹھ جاتا ہے اور صبح ۵ بجے ہی اس کی تکلیفیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ صبح کے وقت پسینہ بھی بہت آتا ہے۔ پاؤں کے تلووں میں جلن محسوس ہوتی ہے۔

بقیہ - صفحہ (2)

"You have given me two most difficult hours before this committee"

یعنی اس کمیٹی کے روبرو تم نے دو گھنٹے میرا ناک میں دم کئے رکھا"

(تحدیث نعمت از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب صفحہ ۳۲۷ و صفحہ ۳۲۸)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب وہ عظیم شخصیت تھے جنہوں نے انگریزوں سے ہر طرح کی ذاتی مراعات لینے سے انکار کر دیا تھا چنانچہ مشترکہ کمیٹی میں جن حضرات نے بہتر تعاون دیا تھا ملک معظم کی طرف سے انہیں اعزازات دیئے جانے کی تجویز تھی اس تعلق میں حضرت چوہدری صاحب موصوف کا نام بھی شامل تھا لیکن آپ نے اس تعلق میں انگریزوں کی طرف سے کسی بھی طرح کا اعزاز لینے سے یکسر انکار کر دیا در اصل اس کی وجہ یہی رہی ہو گی کہ اس قسم کے اعزازات حاصل کر لینے کے بعد آئندہ کے مراحل میں انسان کی زبان یقیناً دب سکتی ہے اور وہ پھر اپنے محسن کے خلاف کھل کر بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن اگر غیر جانبدار حیثیت رہے تو انسان حق کی تمام تلخیاں دوسرے کے سامنے کھول کر بیان کر سکتا ہے اور ہوا بھی یہی ہے کہ حضرت چوہدری صاحب مرحوم و مغفور نے ہر مرحلہ پر آزادی ہند کیلئے اور ہندوستانیوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے بالخصوص مسلمانوں کے حقوق کے لئے نہایت بے باکی جرأت اور حوصلے سے نہایت گرانقدر حسین خدمات سر انجام دیں۔

۱۹۳۹ء میں جب حضرت چوہدری صاحب کو بحیثیت وزیر قانون نامزد کیا گیا اکثر موقعوں پر آپ مجاہدین آزادی کی سزاؤں کو معاف کرانے یا ان کی سزاؤں میں تخفیف کرنے کی سفارش کرتے تھے جو عموماً قبول ہو جاتی تھی چنانچہ جب قابل احترام پنڈت جواہر لعل نہرو نے بنارس میں ایک تقریر کی جسے حکومت کے خلاف اشتعال انگیز سمجھا گیا اور حکومت نے چاہا کہ پنڈت جی پر مقدمہ چلائے تو حضرت چوہدری صاحب نے حکومت کی اس تجویز کی ڈٹ کر مخالفت کی آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کی سیاسی آزادی میں تاخیر ایک ناقابل برداشت نا انصافی اور ظلم ہے لہٰذا اگر پنڈت جی نے کچھ سخت سست کہا ہے جسے حکومت کے قانون میں بے شک اشتعال انگیزی سے تعبیر کیا جائے لیکن ہندوستان کے کروڑوں عوام اس آواز کے حق میں ہیں لہٰذا چوہدری صاحب نے فرمایا کہ پنڈت جی کے خلاف مقدمہ چلائے جانے کی کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی چنانچہ وزیر داخلہ سر ریجینالڈ میکسول نے چوہدری صاحب کی بات مان لی اور پنڈت جی پر مقدمہ نہیں چلایا گیا۔

۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم دوم شروع ہوئی برطانیہ کی طاقت دن بدن کمزوری اور فساد کی طرف مائل ہونے لگی چنانچہ برطانیہ نے خود کو کمزور ہوتا دیکھ کر فرانس کو اپنا حلیف بنا لیا اور اس طرح ۳؍ ستمبر ۱۹۳۹ء کو دونوں حکومتوں نے متحدہ نعرہ جنگ بلند کر دیا اور پھر ۲۸؍ مارچ ۱۹۴۰ء کو فرانس اور برطانیہ کی حکومتوں نے معاہدہ کیا کہ وہ ایک دوسرے سے دوستانہ منظوری حاصل کئے بغیر حملہ آور سے مصالحت کی کوئی گفتگو نہیں کریں گے لیکن فرانس میں اچانک تبدیلی حکومت کے باعث فرانس نے ۲۸؍ مارچ ۱۹۴۰ء کے معاہدہ سے اپنے آپ کو دستکش کر لیا دوسری طرف برطانیہ میدان جنگ میں بالکل اکیلا رہ گیا اور اسے چاروں طرف سے اپنی شکست منہ کھولے نظر آنے لگی اس پر برطانوی حکومت نے ۱۷؍ جون ۱۹۴۰ء کو فرانسیسی حکومت کو اپنے سے الحاق کی تجویز بھیجی چنانچہ دونوں حکومتوں کی طرف سے اعلان ہوا کہ

" The two governments declare that France and Great Bretain shall no longer be two nations but one France British Union"

یعنی دونوں حکومتیں یہ اعلان کرتی ہیں کہ فرانس اور برطانیہ اب دو قومیں نہیں بلکہ ایک ہی قوم فرینکو برٹش یونین کے نام سے ہوں گی۔ اور پھر "لنڈن ٹائمز" ۱۹؍ جون ۱۹۴۰ء کے مطابق وزیر اعظم برطانیہ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا کہ ہم لوگ آرام سے اب کرسمس منا سکیں گے لیکن ٹھیک ایک سال بعد یہ معاہدہ اسی وقت پاش پاش ہو گیا جب شام کی فرانسیسی حکومت نے جرمنوں کو مدد دی۔

مذکورہ تمام واقعہ دو مقاصد سے تحریر کیا گیا ہے ایک تو اس لئے کہ برطانیہ اور فرانس کے آپسی معاہدہ کر لینے اور معاہدہ کو توڑ دینے کے متعلق سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی بتا دیا تھا چنانچہ حضور نے اگست ۱۹۳۹ء کو خواب میں دیکھا کہ۔

"میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوں اور منہ مشرق کی طرف ہے میرے سامنے حکومت برطانیہ کی خفیہ خط و کتابت پیش کی جا رہی ہے ایک کے بعد دوسری چٹھی میرے سامنے آتی ہے۔ یہ چٹھیاں انگریزی حکومت کی طرف سے فرانسیسی حکومت کے نام پر ہیں ایک چٹھی مرے سامنے آئی جس میں حکومت برطانیہ نے فرانسیسی حکومت کو لکھا کہ ہمارا ملک سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے جرمن اُس پر حملہ آور ہونے والا ہے اور قریب ہے کہ اُسے مغلوب کر لے اس لئے ہم آپ سے چاہتے ہیں کہ انگریزی حکومت اور فرانسیسی حکومت کا الحاق کر دیا جائے"۔

(الفضل ۲۸؍ جون ۱۹۴۰ء بحوالہ البشرات: مرتبہ دوست محمد شاہد صفحہ ۲۴۱)

پھر فرماتے ہیں۔

"میں نے رؤیا میں دیکھا میرے سامنے کچھ کاغذات پیش کئے گئے ہیں جو پٹیان گورنمنٹ کے متعلق ہیں (یعنی وزیر اعظم فرانس کی حکومت کے متعلق) ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ حرکات انگریزوں کے خلاف کر رہے ہیں۔۔۔ (پھر) میرے دل میں ڈالا جاتا ہے کہ یہ صرف ایک سال کی بات ہے سال کے اندر اندر یہ حالت بدل جائے گی۔ (الفضل ۹؍ نومبر ۱۹۴۱ء بحوالہ البشرات صفحہ ۲۴۹)

دیکھئے! حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی کی یہ خواب کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی دوسرا مقصد اس واقعہ کے تحریر کرنے سے یہ تھا کہ "جب حضور نے یہ خواب دیکھی تو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس وقت کے برطانیہ کے ذمہ داران کے سامنے حضور کی یہ خواب بیان کی اور اس کے پورا ہونے پر وہ تمام لوگ حیران رہ گئے۔ اس پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو ہر وقت آزادی ہند کیلئے بیتاب رہتے تھے فرمانے لگے کہ برطانیہ و فرانس کے اس الحاق سے مجھے آزادی ہند کی خوشبو آتی ہے۔ چنانچہ وائسرائے ہند کو آپ نے فرمایا ہے کہ۔

"مجھے اس خبر سے (یعنی الحاق برطانیہ و فرانس) تسلی ہوئی ہے پوچھا کس بات کے متعلق میں نے کہا مسٹر چرچل اب تک ہندوستان کی آزادی کے کچھ خلاف چل رہے ہیں اس پیشکش سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعات کے دباؤ کے ماتحت وہ اب ہندوستان کو آزادی دینے پر بھی آمادہ ہو رہے ہیں پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا یہ تو اس پیشکش سے ہی ظاہر ہے ان کی یہ مراد تو نہیں ہو سکتی کہ اگر فرانس یہ پیشکش قبول کر لے اور برطانیہ فرانس ایک ملک ہو جاتے تو ہندوستان دونوں کی مشترکہ ملکیت بن جائے گا اور آپ کے بعد کوئی فرانسیسی سیاستدان یا مدبر ہندوستان کا وائسرائے ہو کر آئے گا اب وہ دن تو گئے کہ ہندوستان کی حیثیت برطانیہ کی ذاتی ملک کی سمجھی جائے وائسرائے صرف "Oh ! Ingenious" کہہ کر چپ ہو گئے۔ (تحدیث نعمت صفحہ ۴۲۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو ساتھ ساتھ اس وقت کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات کی خبریں عطا فرماتا تھا اور پھر ان خبروں کی روشنی میں کس طور پر حضور انور آزادی ہند کیلئے جماعت احمدیہ کی اور تمام ملک کی راہنمائی فرماتے تھے۔

(باقی)

(منیر احمد خادم)

بقیہ - صفحہ (1)

اور کہا کہ میں طلب دین کیلئے گھر سے نکلا ہوں۔ اگر پہلی ہی منزل پر جھوٹ بولتا تو پھر کیا حاصل کر سکتا۔ اس لئے میں نے سچ کو نہیں چھوڑا۔ جب آپؒ نے یہ بیان فرمایا۔ تو قزاقوں کا سردار چیخ مار کر رو پڑا۔ اور آپؒ کے قدموں پر گر گیا۔ اور اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ آپؒ کا سب سے پہلا مرید یہی شخص تھا۔

غرض صدق ایسی شے ہے جو انسان کو مشکل سے مشکل وقت میں بھی نجات دلا دیتی ہے...... پس جس قدر انسان صدق کو اختیار کرتا ہے اور صدق سے محبت کرتا ہے۔ اُسی قدر اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے کلام اور انبیاء کی محبت اور معرفت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ تمام راستبازوں کے نمونے اور چشمے ہوتے ہیں۔ کونوا مع الصادقین کا ارشاد اسی اصول پر ہے۔

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

لولاك لما خلقت الافلاك
ترجمہ۔ (اے محمدؐ) اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔ (حدیث قدسی)
وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
﴿منجانب﴾
محتاج دُعا۔ جماعت احمدیہ اترپردیش

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER &
RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP. BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

ہومیوپیتھی طریق علاج کے متعلق آسان اور مفید معلومات

ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے ہومیوپیتھی اسباق سے مرتّبہ کتاب "ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار۔

(قسط نمبر 44)

میوریاٹکیم ایسڈم

MURIATICUM ACIDUM

موریٹک ایسڈ یعنی ہائیڈرو کلورک ایسڈ (HCl) ایک عام تیزاب ہے جو ہمارے جسم کے نظام ہضم سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ موریٹک ایسڈ کے بارے میں اکثر ہومیوپیتھک ڈاکٹرز بہت خوفناک تصویر کھینچتے ہیں کہ ایسا مریض جس کے عضلات مکمل طور پر جواب دے جائیں سر بستر سے ڈھلک جائے اور موت میں چند ساعتیں باقی رہ جائیں اور کسی قیمت میں بھی اس میں جان نہ پڑے موریٹک ایسڈ کا مریض کہلاتا ہے حالانکہ یہ روزمرہ کا ہائیڈرو کلورک ایسڈ ہی ہے جس سے ہمیں روزانہ واسطہ پڑتا ہے اور جسم میں اس کی مقدار میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ جب معدہ میں تیزابیت بڑھے تو اس بات کا امکان ہے کہ موریٹک ایسڈ کی زیادتی ہوگئی ہے یا اس کے بالکل برعکس صورتحال ہے۔ اس لئے علامتیں دیکھ کر فیصلہ کرنا پڑے گا اگر گلینڈز HCl بنانے کی رفتار کم کردیں تو غذا معدہ میں ہی گلنے سڑنے لگتی ہے اور دوسرے ایسے تیزاب بنانے لگتی ہے جس سے پیٹ میں ہوائیں اور تیزابیت پیدا ہوتی ہے۔ روزمرہ کی تیزابیت کمزوری پیدا نہیں کرتی، یہ اچانک جسم پر غالب آتی ہے اور ساری طاقت جذب کر لیتی ہے۔ پس اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ مریض موت کے کنارے پر پہنچ جائے تو پھر موریٹک ایسڈ دیا جائے۔ نظام ہضم کے بگڑتے ہی موریٹک ایسڈ دیں کیونکہ معدہ میں اس کے عدم توازن کے نتیجہ میں فتور پیدا ہوتا ہے۔ موریٹک ایسڈ کی کمی یا زیادتی کی علامتیں ملیں تو موریٹک ایسڈ دینے سے ہی افاقہ ہوگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہومیوپیتھک دونوں طرح سے کام کرتی ہے، اگر کمی ہو تو ہومیو پیتھی طاقت میں دوا دینے سے جسم کو کمی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ ٹھیک مقدار میں تیزاب بنانے لگتا ہے۔ بعض دفعہ اضافہ ہو تو ہومیو پیتھی دوا خطرے کا الارم بجاتی ہے کہ بہت زیادہ ہوگیا ہے جسم خود بخود مقدار میں کمی کر دیتا ہے۔

موریٹک ایسڈ کی دوسرے تیزابوں سے پہچان بہت ضروری ہے۔ اس کا دماغ پر کوئی بداثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اعصاب اور عضلات اس تیزابی اثر سے جتنا مرضی متاثر ہو جائیں لیکن دماغ بالکل صاف اور ٹھیک رہتا ہے۔ لیکن ایسڈ فاس اس کے بالکل برعکس اثر دکھاتا ہے۔ وہ پہلے دماغ پر اثرانداز ہوتا ہے مریض کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو جاتی ہے، دماغی قوت رفتہ رفتہ کم ہونے لگتی ہے۔ یادداشت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اس قسم کی علامتیں کچھ عرصہ کے بعد آہستہ آہستہ عضلاتی کمزوریوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور ایسڈ فاس کا مریض عضلاتی مریض بننے میں بہت وقت لیتا ہے اگر اس دوا سے اس کی دماغی علامات کا علاج نہ کیا جائے تو عضلاتی مریض بنتے بنتے وہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور علاج ممکن نہیں رہتا۔ موریٹک ایسڈ کے مریض کو سنبھالنا نسبتاً آسان ہے کیونکہ اگر موت کے وقت بھی اس کی علامتیں ظاہر ہوں لیکن دماغ صحیح رہے اور نفسیاتی کیفیات پر کوئی بداثر ظاہر نہ ہو تو ایک دو خوراکوں سے آرام آ جائے گا کیونکہ تیزاب کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا ضعف جتنا خطرناک ہو اتنی ہی جلدی پیچھا بھی چھوڑ دیتا ہے اور لمبا گہرا اثر باقی نہیں رہتا۔ یہی حال سلفیورک ایسڈ کا بھی ہے اس لئے تیزابوں کے مزاج کو سمجھنا اور ان کا آپس میں موازنہ کرنا بہت ضروری ہے۔ ایسڈ فاس کا دماغی کمزوری کے علاوہ بالوں پر بھی اثر ظاہر ہوتا ہے اور وہ کمزور ہو کر جھڑنے لگتے ہیں جبکہ موریٹک ایسڈ میں بالوں کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسڈ فاس کا دوسرا اثر ذیابیطس پر ہے۔ اگر ایسا مریض جس میں ذہنی کمزوری کی علامتیں ظاہر ہو کر جو رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہوں اور ساتھ ذیابیطس بھی ہو تو وہاں بعض بعض اوقات ایسڈ فاس مکمل شفا بخش دیتا ہے۔ مجھے دو تین مریض یاد ہیں جنہیں میں پہلے ذیابیطس کا عمومی نسخہ دیا کرتا تھا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ایسڈ فاس کی علامتیں نظر آئیں تو وہ دینے سے بیماری نے مستقل پیچھا چھوڑ دیا۔ ذیابیطس میں علاج مشکل ہے لیکن اگر صحیح تشخیص ہو تو بہت سی ایسی دوائیں ہیں جو کام آتی ہیں اور عام نسخوں میں نہیں ملتیں لیکن یہ بیماری ایسی ہے جس سے نجات مل سکتی ہے۔

موریٹک ایسڈ میں سر درد بہت شدید ہوتا ہے جس سے نظر بھی دھندلا جاتی ہے اور نظر پر زیادہ دباؤ ڈالا جائے تو درد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نچلا جبڑا کھل جاتا ہے، چہرہ پر دانے نکلتے ہیں، ہونٹ خشک اور پھٹ جاتے ہیں، زبان پیلی پیلی اور سوجی ہوئی اور بالکل خشک ہوتی ہے اور کئی دفعہ زبان اور مونہہ میں السر بھی ہو جاتا ہے۔ مسوڑھے سوجے ہوئے جن سے خون بھی نکلتا ہے دانت ہلنے لگتے ہیں۔

موریٹک ایسڈ کا مریض گوشت دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ بعض دفعہ شدید بھوک اور پیاس محسوس ہوتی ہے۔ چھونے کا احساس بھی ناقابل برداشت ہے حتیٰ کہ اپنے آپ کو چادر سے بھی ڈھانپنا پسند نہیں کرتا۔ اس کی تکلیفیں نم موسم میں بڑھ جاتی ہیں آدھی رات سے ذرا پہلے بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے، بائیں طرف لیٹنے سے آرام محسوس کرتا ہے۔

موریٹک ایسڈ میں آرسنک اور فاسفورس کی کچھ علامتیں مشترک ہیں ان کی الگ الگ پہچان ضروری ہے جو مریضوں کی کمزوری کی علامتوں سے ممکن ہو جاتی ہے۔ ٹائیفائیڈ وغیرہ قسم کے بخار بہت زیادہ کمزوری پیدا کرتے ہیں۔ یہ کمزوریاں ان دواؤں کے اثر سے ٹھیک ہو سکتی ہیں بشرطیکہ علامتیں ملتی ہوں۔ آرسنک میں لمبا چلنے والے بخار جو گہری کمزوریاں پیدا کردیں ان میں بے چینی ضرور ہوتی ہے۔ مریض بہت کمزور اور سخت بے چین رہتا ہے۔ یہاں تک کہ کمزوری سے جسم نہ ہلاسکے تو بے چینی سے سر یا آنکھیں ہی ہلاتا رہے گا۔ بے قراری اس کی روح کا حصہ بن جاتی ہے۔ ایسڈ فاس کی علامت یہ ہے کہ کمزوری دماغ اور اعصاب سے شروع ہوتی ہے اور عضلات میں اترتی ہے اور مریض دماغی لحاظ سے اتنا تھک جاتا ہے کہ ہر چیز سے دل اکتا جاتا ہے پڑھ لکھ نہیں سکتا، سر میں درد ہونے لگتا ہے اور کھوکھلے پن کا احساس ہوتا ہے۔ ایسڈ فاس گنج پن میں بھی مفید ہے۔ موریٹک ایسڈ کی کمزوری جسم سے شروع ہوتی ہے اور بہت دیر سے دماغ تک پہنچتی ہے۔ سر درد پیچھے گدی سے شروع ہوتا ہے اور نظر دھندلا جاتی ہے۔ بعض بیماریوں میں نظر آدھی رہ جاتی ہے۔ اوپر کا آدھا یا نیچے کا آدھا نظر نہیں آتا یا دائیں کا نصف یا بائیں کا نصف نظر نہیں آتا۔ اس میں موریٹک ایسڈ بہت مفید ہے اگر ایک طرف کی آنکھ میں تھرتھراہٹ پیدا ہو جائے اس میں رسٹاکس چوٹی کی دوا ہے اور کئی خطرناک بیماریوں سے بچا لیتی ہے۔

موریٹک ایسڈ کی ایک علامت ہے کہ بچہ حاجت کے لئے جائے تو ساتھ آنت کا ایک حصہ باہر آ جاتا ہے۔

بعض ایسی خاص علامتیں ہیں جو صرف موریٹک ایسڈ کی ہی نہیں بلکہ اکثر بخار کی دواؤں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں بیپٹیشیا، ٹائیفائیڈنم کالی فاس بھی ہیں۔ اس سے ملتی جلتی دوائیں جو بخار میں مؤثر ثابت ہوتی ہیں ان سب میں مسوڑھے کمزور ہو جاتے ہیں، دانتوں کے اوپر جمے ہوئے خون کی طرح کے نشان بننے لگتے ہیں، ناسور کی علامتیں گلے کے اردگرد ظاہر ہوتی ہیں۔ مونہہ میں آبلے اور زخم بنتے ہیں، زبان کٹ جاتی ہے ایسی صورت میں گہرے علاج کی ضرورت پیش آتی ہے جس سے صرف مونہہ ہی نہیں بلکہ بخار اور اسکے بداثرات کو بھی دور کیا جاسکے۔ موریٹک ایسڈ کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ زبان پھول کر سخت ہو جاتی ہے اور کسی حد تک ذائقہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ بعض دفعہ زبان کا فالج بھی ہو جاتا ہے، گلا ٹھیک ہوتا ہے لیکن زبان کام نہیں کرتی، اس فالج میں موریٹک ایسڈ بہت مفید ہے۔ اس میں زبان عموماً خشک رہتی ہے۔

موریٹک ایسڈ میں اعضاء کی بیرونی سطح بہت حساس ہو جاتی ہے باوجود اس کے کہ اندرونی طور پر فالج کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں اس قسم کے تضادات دوا کو پہچاننے میں مدد دیتے ہیں، جسم بے جان محسوس ہوتا ہے مگر جلد کے اوپر ہلکے سے چھونے کے احساس سے بھی جھرجھری آ جاتی ہے۔ ایگریکس، سنیفی سیگریا اور اوگزیلک ایسڈ میں بھی احساس کی تیزی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پکرک ایسڈ بھی بہت حساس دوا ہے۔ ان دواؤں میں دباؤ اگر مضبوط ہو تو قابل برداشت ہوتا ہے لیکن ہلکا ہاتھ برداشت کرنا مریض کے لئے مشکل ہے اور وہ ہاتھ جھٹک دیتا ہے۔

میوریٹک ایسڈ میں بازو اور ٹانگیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، ان میں بوجھل پن محسوس ہوتا ہے۔ اکثر اخراجات غیراختیاری ہوتے ہیں، نبض تیز اور کمزور۔ مرطوب موسم میں اور آدھی رات سے قبل بیماریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بائیں کروٹ لیٹنے سے آرام آتا ہے۔

نیٹرم کاربونیکم

NATRUM CARBONICUM

نیٹرم کارب ـ سوڈیم اور کاربن کا مرکب ہے اور ان دونوں کی علامتیں نیٹرم کارب میں پائی جاتی ہیں۔ نیٹرم کارب میں ہلکے شور سے بھی جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کاغذ کی سرسراہٹ سے بھی دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو جاتی ہے۔ نیٹرم کارب کا مریض ان علامتوں سے پہچانا جاتا ہے لیکن ایک فرق یہ ہے کہ جو شور جاری ہو اس سے تکلیف محسوس نہیں ہوتی لیکن شور کی اونچ نیچ ناقابل برداشت ہے۔ اچانک کوئی دھماکہ ہو یا اس قسم کا شور نیٹرم کارب کے مریض کے لئے بہت مضر ہے۔ ایسے مریض کو ڈرایا جائے تو دل بند ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ اس لئے محتاط رہنا چاہیئے۔

نیٹرم کارب کے مریض کی بیماریاں مزمن ہو جائیں تو وہ اپنے گھر والوں سے بھی اجنبیت محسوس کرنے لگتا ہے۔ ہر ایک سے دوری کا احساس ہونے لگتا ہے محبت اور تعلق میں کمی آ جاتی ہے۔ یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے تمام بنی نوع انسان سے بیزاری اور بے تعلقی کے رنگ میں ظاہر ہونے لگتی ہے اور ہر ایک سے بیزار ہوتا ہے اور کسی کو برداشت نہیں کرسکتا، خوف کی بجائے بیزاری نمایاں ہے۔

نیٹرم کارب کے مریض کے پیشاب میں گھوڑے کے پیشاب کی طرح کی بو پائی جاتی ہے یہ علامت بینزوئک ایسڈ میں بھی پائی جاتی ہے، پیشاب کی بار بار حاجت ہوتی ہے۔ رات کے وقت خود بخود پیشاب نکل جاتا ہے۔ پیشاب کرتے ہوئے جلن بھی محسوس ہوتی ہے۔

نیٹرم کارب کی جلدی بیماریوں میں انگلیوں کے کناروں پر یا پاؤں کے پنجوں کے کناروں پر اور انگلیوں کے جوڑ پر خصوصیت کے ساتھ ابھار پیدا ہوتے ہیں۔ جسم کے دوسرے حصوں پر جگہ جگہ چتاخ سے بن جاتے ہیں اکٹھی پھیلی ہوئی خارش نہیں ہوتی بلکہ گول گول ٹکڑوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ ہرپیز میں بھی یہ دوا مفید ہے۔ اگرچہ ہرپیز کی علامتوں سے دوا کا پہچاننا آسان نہیں ہے کیونکہ ہرپیز کی اپنی علامتیں ایک معین شکل میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں تفریق کرتے ہوئے دوا تک پہنچنا مشکل ہے لیکن اگر مریض میں نیٹرم کارب کی علامتیں موجود ہوں اور دوسری دواؤں سے افاقہ نہ ہو تو ایسی صورت میں نیٹرم کارب نمایاں اور فوراً فائدہ دے گی کیونکہ ہرپیز کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ سوڈیم اور کاربونیٹ دونوں اعصاب سے تعلق رکھتے ہیں اور اس پہلو سے ہرپیز جو بنیادی طور پر اعصابی تکلیف ہے اعصاب پر اثرانداز ہوتی ہے۔

نیٹرم کارب لو لگنے کے دائمی باقی رہنے والے بداثرات میں بہت مفید دوا ہے۔ لو لگنے کے بعد نزلہ گلے میں گرنے لگتا ہے اور مستقل بیماری بن کر چمٹ جاتا ہے۔ اس میں نیٹرم کارب بہت مفید دوا ہے۔ سر درد کے دورے اور گرمی سے زود حسی میں بھی بہت اچھا اثر دکھاتی ہے۔ نیٹرم کارب میں ناک کے سرے پر کچے کچے ناسور ظاہر ہونے لگتے ہیں یہ خاص علامت ہے۔ اگر ناک پر پھوڑے بن جائیں تو اس میں بھی مفید ہے۔ ایک مریض کو نیٹرم کارب سے فائدہ نہیں ہو رہا تھا میں نے "پروپلس" کی مرہم بناکر دی۔ شہد کی مکھی جو اینٹی بائیوٹک اپنے لئے استعمال کرتی ہے اسے پروپلس کہتے ہیں۔ ایک ہفتہ سے بھی کم عرصہ میں وہ زخم بالکل ٹھیک ہوگیا۔ شہد اور اس کے متعلق کیمیکل میں بھی اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہوئی ہے۔ شہد کینسر کے زخموں اور آنکھوں کے ناسور وغیرہ میں غیر معمولی اثر دکھاتا ہے۔ پروپلس بہت طاقتور دوا ہے اور کیمیکل کے لحاظ سے بہت ہلکی ہے مگر اثر میں غیر معمولی طاقت رکھتی ہے۔ ایک دفعہ فرانس میں یہ تحقیق ہوئی کہ دنیا میں جتنے بھی کیڑے مکوڑے ہیں وہ سب کچھ نہ کچھ جراثیم (بیکٹیریا) اٹھائے پھرتے ہیں۔ چنانچہ یہ معلوم کیا جائے کہ ہر قسم کے کیڑے مکوڑے کا کس خاص بیکٹیریا سے تعلق ہے تو جس سائنسدان نے شہد کی مکھی پر تحقیق کی وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شہد کی مکھی کے بدن پر کسی بیکٹیریا کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور وہ ہر قسم کے جراثیم سے کلیتًا پاک ہے۔ یہ ایک نئی حیرت انگیز دریافت تھی جس سے ایک نئے تحقیقی دور کا آغاز ہوا کہ کیا وجہ ہے کہ شہد کی مکھی ہر قسم کے جراثیم سے پاک ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے قرآن کریم کا یہ فرمانا کہ فیہ شفاء للناس خاص طور پر کتنی گہرائی رکھتا ہے۔ اس زمانے میں کسی شخص کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی۔ جب تحقیق شروع کی گئی تو پتہ چلا کہ شہد کی مکھی اتنی صفائی پسند ہے کہ ہر شہد کے چھتے کے کنارے پر ایک کیمیکل لگاتی ہے جس کا نام پروپولس ہے۔ پروپولس بالعموم سفیدے کے درخت سے حاصل ہوتی ہے لیکن ان سارے علاقوں میں جہاں سفیدے کے درختوں کا نام و نشان بھی نہیں ہے وہاں بھی یہ مکھی کہیں نہ کہیں سے پروپولس حاصل کر لیتی ہے اور اپنے چھتے کے چاروں طرف مل دیتی ہے۔ جب بھی اندر جاتی ہے اس پر بیٹھ کر جاتی ہے اور جب باہر آتی ہے اس پر پاؤں رکھ کر باہر نکلتی ہے جس سے اس کے پاؤں پر وہ مادہ لگ جاتا ہے جو اسے بیکٹیریا سے پاک رکھتا ہے اسی وجہ سے شہد کے چھتے میں کوئی جراثیم داخل نہیں ہوتے۔ اس تحقیق کے بعد ڈنمارک میں خصوصی فارم تیار کرکے شہد کی مکھی کی افزائش کی گئی جہاں سے پروپولس حاصل کی جاتی تھی اس کے بعد براہ راست درختوں سے پروپولس حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کرلیا گیا۔

پروپولس کو گلیسرین یا وٹامن ای کریم میں ملا کر استعمال کیا جائے تو روزمرہ کے پھوڑے پھنسیوں میں بہت مفید دوا ہے۔ جہاں نیٹرم کارب کی رسائی نہ ہو سکی تھی وہاں میں نے پروپولس کی مرہم استعمال کی تو حیرت انگیز شفا ہوگئی۔

نیٹرم کارب میں بیرونی ناک کی سطح پر ہی نہیں بلکہ ناک کے اندر بھی زخم بننے کا رجحان پایا جاتا ہے سخت بدبودار نزلہ ہوتا ہے جو دائمی شکل اختیار کر لیتا ہے اور گلے میں ہر وقت خراش پیدا کرتا ہے۔ قوت شامہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

عام طور پر چہرہ زرد، خوفناک ہوتا ہے آنکھوں کے گرد حلقے مونہہ میں زخم اور چھالے بن جاتے ہیں خصوصاً دودھ پلانے والی عورتوں کے مونہہ میں چھالے پڑ جاتے ہیں ان کے لئے نیٹرم کارب بہترین دوا ہے۔ بانجھ پن کے لئے بھی مفید دوا ہے۔ ایسی عورتوں کو دائمی لیکوریا کی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ علامات تو اور بھی بہت سی دواؤں میں پائی جاتی ہیں۔ نیٹرم کارب کی خاص علامت یہ ہے کہ مریضہ کا مزاج ٹھنڈا ہوگا، دائمی بانجھ پن کا شکار ہوگی اور مسلسل جاری رہنے والا لیکوریا ہوگا۔ اگر یہ سب علامتیں اکٹھی ہو جائیں تو خدا کے فضل سے یہ دوا بانجھ پن کو دور کرنے میں بہت مؤثر ہے۔

نیٹرم کارب میں مستقل ٹخنوں کی کمزوری کا رجحان پایا جاتا ہے ایسے لوگوں کے پاؤں اکثر رپٹ جاتے ہیں۔ ایسی مستقل کمزوری جو مریضوں کے مزاج میں پائی جائے اور کسی حادثے یا چوٹ کا نتیجہ نہ ہو تو اس میں نیٹرم کارب بہت مفید دوا ہے۔ ٹخنوں میں موچ کے لئے سب سے مؤثر دوا روٹا ہے۔ اگر بار بار موچ آئے تو آرنیکا کی اونچی طاقت بیلاڈونا سے ملا کر دی جائے تو فوری طور پر فائدہ مند ہوتی ہے اور مرض کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ لیکن اگر شروع میں یہ دوا نہ دی جائے تو باقی رہ جانے والے اثرات میں روٹا مفید ہے۔ بعض دفعہ رسٹاکس بھی مفید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ نیٹرم کارب بھی بہت مؤثر ہے۔

نیٹرم کارب کا مریض زیادہ تر غمگین اور پریشان رہتا ہے مسلسل غم کے خیالات میں ڈوبا رہتا ہے حوصلے پست ہو جاتے ہیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے، ذہن کمزوری محسوس کرتا ہے، موسم کی تبدیلی اور سردی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ بادلوں کی گھن گرج کے دوران بہت بے آرامی محسوس کرتا ہے۔ موسیقی سے تکلیفیں بڑھ جاتی ہیں۔ کچھ مخصوص انسانوں کو برداشت نہیں کرسکتا۔ بدمزاجی اور چڑچڑاپن کھانا کھانے کے بعد بڑھ جاتا ہے۔ ذرا سی بھی ذہنی تھکاوٹ سے سر میں درد ہوتا ہے جو سورج یا گیس کی روشنی میں بڑھ جاتا ہے اور چکر بھی آتے ہیں۔ جسمانی یا ذہنی محنت سے تکلیفیں بڑھتی ہیں اور بہت کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ چلتے ہوئے لڑکھڑاتا ہے۔ عضلات میں اینٹھن محسوس ہوتی ہے۔ غدودوں میں ورم اور سختی پائی جاتی ہے۔ سرد ہوا کے جھونکے سے نفرت ہوتی ہے۔ موسم کی تبدیلی سے اور مرطوب موسم میں تکلیفیں بڑھ جاتی ہیں مریض کے لئے سردی ناقابل برداشت ہے یہ علامت بظاہر لو لگنے اور سورج میں کام کرنے سے تکلیف کے بڑھنے سے بالکل متضاد ہے لیکن اس دوا میں لو لگنے کے مزمن اثرات موجود ہیں۔ سوڈیم اور کاربن دونوں مل کر گرمی لگنے کے دائمی دھیمے اثرات کے خلاف مؤثر کام کرتے ہیں لیکن مزاج کے لحاظ سے نیٹرم کارب ٹھنڈی دوا ہے۔

نیٹرم کارب میں آنکھوں کے سامنے سیاہ رنگ کے دھبے آتے ہیں، آنکھ کھلنے پر نظر دھندلی محسوس ہوتی ہے، آنکھوں میں سوئیاں چبھتی ہیں اور جلن ہوتی ہے۔ کانوں میں تیز چبھنے والا درد ہوتا ہے مونہہ پر بھورے تل، پیلے دھبے اور کیل بن جاتے ہیں۔ اوپر کا ہونٹ سوجا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ چہرے کا رنگ زرد ہوتا ہے اور آنکھوں کے گرد نیلے دائرے پڑ جاتے ہیں اور پپوٹے متورم ہو جاتے ہیں۔ (باقی صفحہ 9 پر ملاحظہ فرمائیں)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N 61/57

FAX - 01872 -20105

THE WEEKLY BADR QADIAN 143516

01872- 20757

DISTT - GURDASPUR, PUNJAB (INDIA).

VOL - 46 THURSDAY, Sep.25 1997 ISSUE NO.-39

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلى على رسوله الكريم وعلى عبده المسيح الموعود

لا اله الا الله محمد رسول الله

وَلِكُلٍّ وِجهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاستَبِقُوا الخَيرَات

مرکز احمدیت قادیان میں۔ مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا اٹھائیسواں اور مجلس اطفال الاحمدیہ بھارت کا انیسواں

سالانہ اجتماع

اپنی مخصوص جماعتی روایات کے ساتھ

۱۷-۱۸-۱۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار منعقد ہو رہا ہے

اجتماع کی چند اہم خصوصیات

- قرآن مجید، احادیث نبوی اور ملفوظات حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا بصیرت افروز درس۔
- دُعاؤں، ذکر الٰہی اور نوافل سے معمور پُر کیف ماحول۔
- مجلس شوریٰ اور تلقینِ عمل کا اہتمام۔
- اخوتِ اسلامی اور مسابقت فی الخیرات کے ایمان افروز مناظر۔ دینی، علمی اور ورزشی مقابلہ جات کے دلچسپ پروگرام۔

اجتماع کی اہمیت

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

- ”جو نمائندے اِن اجتماعوں میں شامل ہوں گے وہ ایک نئی روح اور ایک نئی زندگی لے کر واپس جائیں گے“۔
(الفضل ۱۶؍اپریل ۱۹۷۰ء)
- ”یہ اجتماع نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور بہترین سبق ہے اس لئے احمدی نوجوانوں کو اس طرف پوری توجہ دینی چاہئے“۔
(الفضل ۱۰؍ستمبر ۷۲ء)
- ”ہر جماعت کا کم از کم ایک نمائندہ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں ضرور شامل ہونا چاہئے۔ اجتماع میں ہماری پوری کی پوری جماعت کی نمائندگی ہونی چاہئے“۔

الداعی :- صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت - قادیان